بسم اللہ الرحمن الرحیم

والذی جاء بالصدق وصدق بہ اولئک ہم المتقون



معیار صداقت

یعنی علماء اہلسنت دیوبند کی پہچان

تالیف

ابواحمد نور محمد تونسوی قادری

[illegible]

ناشر: مکتبہ جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ تحصیل لیاقت پور ضلع رحیم یار خان

فون 0300.7809356 -068.5671350

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست

***

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفے چند)

مولانا ابواحمد نور محمد تونسوی قادری رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش: ۱۹۴۷ء ...... وفات: ۱۵/جنوری ۲۰۱۵ء

جمعیۃ اشاعت التوحید والسنۃ گجرات کے رسالہ ''نغمہ توحید'' میں مولانا محمد یعقوب تبسم کا ایک مضمون ''قافلہ حق وصداقت، کیا یہ علماء دیوبند نہیں'' شائع ہوا۔ جس کا جواب حضرت مولانا ابواحمد نور محمد تونسوی قادری رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا۔ رسالے کا نام ''معیار صداقت یعنی علماء اہل سنت دیوبند کی پہچان'' رکھا۔ جسے ہم اس مجموعہ میں شامل کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لانبی بعدہ امابعد!

آج سے چند دن پہلے ماہنامہ ''حق چار یار'' کے نائب مدیر ماسٹر منظور حسین صاحب کی طرف سے بندہ ناچیز کو ایک مضمون بنام ''قافلہ حق وصداقت'' کیا یہ علماء دیو بند نہیں؟ کی ایک فوٹو کاپی بغرض تبصرہ موصول ہوئی۔ دراصل یہ مضمون ''ماہنامہ نغمہ توحید گجرات'' بابت رجب المرجب ۱۴۲۴ھ میں شائع ہو رہے۔ مضمون نویس کا نام حضرت مولانا محمد یعقوب تبسم ہے اور نغمہ توحید کے مدیر صاحب نے اس کو تحقیقی مضمون کا نام دیا ہے۔ یہ مضمون اگرچہ خاصہ طویل ہے۔ حتی کہ نغمہ توحید کے سترہ صفحات پر مشتمل ہے۔ لیکن مختصر لفظوں میں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ عصر ہذا میں اشاعت التوحید والسنہ کے نام لیوا مسلکاً دیو بندی ہیں اور دلیل یہ ہے کہ زمانہ ماضی میں جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کے سرکردہ حضرات رئیس المفسرین حضرت مولانا علامہ حسین علی صاحب، مولانا قاضی نور محمد صاحب، شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب، مولانا محمد طیب پنج پیری صاحب، مولانا قاضی شمس الدین صاحب، سید عنایت اللہ شاہ صاحب، مولانا عبدالغنی جاجروی صاحب (رحمہم اللہ) دیو بندی تھے۔ کیونکہ مذکورۃ الصدر حضرات میں سے کچھ وہ ہیں۔

(۱) کہ انہوں نے دارالعلوم دیو بند میں پڑھا پڑھایا۔ وہ علماء دیو بند کے شاگرد ہیں اور علماء دیو بند ان کے شاگرد ہیں۔ (۲) علماء دیو بند ان کے جنازوں میں شریک ہوئے۔ ان کی نماز جنازہ پڑھی یا پڑھائی۔ (۳) علماء دیو بند نے ان کی تعریف کی ان کو خراج عقیدت پیش کی اور ان کے حق میں اچھے اچھے کلمات کہے۔ (۴) علماء دیو بند نے ان کے ساتھ مل کر فلاں فلاں کام کئے لہٰذا یہ سرکردہ حضرات مسلکاً دیو بندی تھے۔ جب یہ دیو بندی ثابت ہوئے تو عصر حاضر کی جمعیت اشاعۃ التوحید والسنہ بھی مسلکاً دیو بندی ٹھہری۔ یہ ہے سترہ صفحات پر پھیلے ہوئے مضمون کا خلاصہ جس میں مضمون نگار صاحب نے زمین وآسمان کے قلابے ملا کر سادہ لوح لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ عصر ہذا کی جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ علماء دیو بند کے مسلک حقہ میں منسلک ہے۔ مضمون میں پیش کردہ دلائل کے سقم اور خامیوں پر تبصرہ کرنے سے پہلے چند چیزیں بطور تمہید کے ذہن نشین فرمالیں تاکہ اصل حقیقت آپ کے سامنے آشکارہ ہو جائے۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ فاضل مضمون نگار صاحب نے بہت سی باتیں خلاف واقعہ بیان کی ہیں اور مغالطہ آمیزی سے کام لے کر اپنے مدعا ومقصد کو ثابت کرنے کے لئے سینہ زوری کی ہے۔ البتہ ایک بات ایسی لکھی ہے جو مبنی بر حقیقت ہے اور وہ یہ ہے میری ان گزارشات سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ دیو بندی مکتب فکر کوئی نیا فرقہ یا نئی جماعت نہیں بلکہ اسی جماعت کا تسلسل ہے جسے نبی ﷺ نے ناجی فرقہ قرار دیا تھا۔ اس کے عقائد ونظریات وہی ہیں۔ جو نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہیں اور ہر دور میں اہل سنت والجماعت کے رہے ہیں۔ اگرچہ علماء دیو بند نے اپنی تعلیمی سلسلہ کی بعض مصلحتوں کے پیش نظر دیو بند نامی قصبہ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کر دیا دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ نجات کا دارومدار دراصل اہل سنت والجماعت کے عقائد ونظریات پر ہے نہ کہ کسی اور نام کی طرف منسوب ہونے پر ''ما انا علیہ واصحابی'' کا تقاضا کم از کم یہی ہے۔ بہر کیف علماء دیو بند اہلسنت والجماعت ہی ہیں۔ (ماہنامہ نغمہ توحید رجب ۱۴۲۴ھ ص ۳۲)

اس حقیقت واقعہ کے بعد مضمون نگار نے ایک بات خلاف واقعہ لکھ دی جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں ''جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ بھی دیوبندی ہی شمار ہوگی۔ کیونکہ اس کے عقائد ونظریات وہی ہیں جو علمائے دیوبند کے ہیں اور اسی جماعت کے بانی بھی علمائے دیوبند ہی میں سے ہیں۔ (نغمۂ توحید ص ۳۲)

فاضل مضمون نگار کی یہ بات سراسر مغالطہ ہے۔ کیونکہ علمائے دیوبند اہلسنت والجماعت اور عصر حاضر کی جمعیت اشاعۃ التوحید والسنہ کے درمیان عقائد ونظریات کا اچھا خاصہ فرق ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ چند فرق ملاحظہ فرمائیں۔

عقائد اہلسنت والجماعت دیوبند	عقائد جمعیت اشاعۃ التوحید والسنہ
(۱) قبر زمین کے اس حصہ کو کہتے ہیں جس میں مردہ جسد کو دفن کیا جاتا ہے۔ خاک راکھ شدہ جسد اور پرندوں، درندوں کا خوردہ جسد بھی بالآخر زمین میں جا ملتا ہے۔ الغرض جسد کا مستقر قبر کہلاتا ہے۔	(۱) زمین کا وہ حصہ جس میں مردہ جسد کو دفن کیا جاتا ہے یہ قبر نہیں ہے بلکہ گڑھا ہے۔ قبر جسد کے مستقر کو نہیں بلکہ روح کے مستقر کو کہتے ہیں۔
(۲) اس زمینی قبر میں روح کا اعادہ ہوتا ہے میت کا حساب لیا جاتا ہے۔ تین سوال کئے جاتے ہیں۔ بعد از سوال روح کا جسد کے اجزاء اصلیہ سے تعلق رہتا ہے جس کی وجہ سے جسد رنج وراحت اور دکھ سکھ میں شریک رہتا ہے۔ خواہ جسد جس شکل میں بھی مستحیل ہو جائے۔ مقصد یہ ہے کہ عالم قبر وبرزخ کی ساری کاروائی روح اور جسد عنصری دونوں پر وارد ہوتی ہے۔ چونکہ غیب کی چیز ہے اس لئے ہر ایک کو نظر نہیں آتی۔	(۲) اس زمینی قبر میں روح کا اعادہ نہیں ہوتا اور نہ ہی اس میں حساب کتاب اور سوال وجواب ہوتا ہے اور نہ ہی روح کا جسد عنصری سے تعلق رہتا ہے اور نہ ہی یہ جسد رنج وراحت اور دکھ سکھ کو محسوس کرتا ہے۔ قبروں میں کچھ بھی نہیں ہوتا بلکہ جزاء وسزا کی یہ ساری کاروائی روح کے ساتھ ہوتی ہے اور روح کو ایک اور جسد مہیا کیا جاتا ہے۔ اسی پر جزا وسزا وارد ہوتی ہے۔
(۳) حضور اکرم ﷺ بمع دیگر حضرات انبیاء کرام اپنی اپنی قبور شریفہ میں مخصوص قسم کی حیات سے فائز ہیں۔ جو شخص حضور اکرم ﷺ کی مزار اقدس پر جا کر صلوۃ وسلام پڑھتا ہے آپ ﷺ بالنفس نفیس سنتے ہیں اور جواب مرحمت فرماتے ہیں اور دور سے پڑھا ہوا درود وسلام بذریعہ ملائکہ آپ ﷺ تک پہنچایا جاتا ہے۔	(۳) حضور اکرم ﷺ سمیت تمام انبیاء کرام کو اپنی قبور میں کسی قسم کی حیات حاصل نہیں ہے اور نہ ہی ان کی ارواح کو ان کی قبروں کے ساتھ کوئی تعلق ہے۔ عند القبر الشریف آپ ﷺ امت کے سلام کو نہیں سنتے اور نہ ہی دور والا درود شریف آپ کی ذات اقدس پر پیش کیا جاتا ہے۔
(۴) قبر شریف میں حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس پر امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔	(۴) آپ ﷺ کی ذات اقدس پر عرض اعمال نہیں ہوتا۔
(۵) حضور اکرم ﷺ کی قبر مبارک زیارت کی نیت سے سفر کرنا افضل القربات اور اعظم السعادات میں سے ہے۔	(۵) حضور اکرم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا جائز نہیں ہے۔

(۶) بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے مزار اقدس پر حاضری دی اور سلام پڑھے۔	(۶) سوائے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے کسی صحابی سے مزار اقدس پر حاضری دینا اور سلام پڑھنا ثابت نہیں ہے۔
(۷) توسل بذوات الانبیاء والاولیاء ثابت اور جائز ہے۔	(۷) کسی کی ذات کا وسیلہ دینا ناجائز بلکہ شرک ہے۔
(۸) ہر مسئلہ کی تحقیق میں سلف صالحین کے فہم کو مشعل راہ بنایا جائے قرآن وحدیث کی جو تصریحات اکابرین علماء اہلسنت والجماعت سے منقول ہیں ان پر اعتماد کیا جائے۔	(۸) یہ لوگ اپنے مخصوص نظریات کو ثابت کرتے وقت سلف صالحین کی بیان کردہ تشریحات کو پس پشت ڈال کر براہ راست قرآن وحدیث سے استدلال کرنے لگتے ہیں۔
(۹) فروعی اور غیر ضروری مسائل میں غلو اور تشدد نہیں کرتے بلکہ اعتدال کی راہ پر چلتے ہیں۔	(۹) ہر چھوٹے بڑے مسئلہ میں تشدد اور غلو کرتے ہیں حتیٰ کہ معمولی اختلاف میں شرک وکفر کے فتوے صادر کرتے ہیں۔
(۱۰) آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ میں اگر بظاہر تعارض نظر آئے تو سب سے پہلے تطبیق کی کوشش کرتے ہیں۔	(۱۰) یہ لوگ ظاہری تعارض کو دیکھ کر احادیث صحیحہ کو رد کر دیتے ہیں۔ بلکہ ان کو جھٹلا دیتے ہیں۔
(۱۱) تعویذات قرآنیہ وادعیہ ماثورہ جائز ہیں بشرطیکہ ان کا ادب واحترام قائم رکھا جائے۔	(۱۱) اشاعۃ التوحید کے بعض نام لیوا تعویذات قرآنیہ کو بھی شرک کہتے ہیں۔
(۱۲) امام مہدی علیہ السلام کی آمد احادیث سے ثابت ہے۔	(۱۲) اشاعۃ التوحید والسنہ کے بعض افراد امام مہدی کی آمد کا انکار کرتے ہیں۔
(۱۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی اور قیامت سے پہلے ان کا نزول الی الارض حق اور سچ ہے۔ بلکہ ضروریات دین میں سے ہے۔	(۱۳) اشاعۃ التوحید والسنہ کے بعض مماتی لوگ حیات عیسیٰ علیہ السلام کے منکر ہو چکے ہیں اور کچھ منکر ہوتے چلے جارہے ہیں۔
(۱۴) سیدنا حسین رضی اللہ عنہ شہید مظلوم ہیں ان پر بغاوت کا الزام بہت بڑی زیادتی ہے۔	(۱۴) بعض اشاعتی حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر بغاوت کا الزام لگانے کا زور لگائے ہیں۔
(۱۵) سیدنا یوسف علیہ السلام کا نکاح بی بی زلیخا کے ساتھ تاریخی وتفسیری حیثیت سے ثابت ہے۔ اگرچہ ایسے مسائل میں خاموشی احوط ہے۔	(۱۵) بعض اہل اشاعت صرف نکاح کا انکار ہی نہیں کرتے بلکہ زلیخا کو گالیاں دیتے ہیں۔
(۱۶) حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ عقیدہ حیات النبی ﷺ اور سماع النبی ﷺ کے متعلق جو فیصلہ فرمایا تھا۔ وہ فیصلہ کتاب وسنت کے مطابق ہے اور ایک سنی مسلمان کے لئے اس کو ماننا ضروری ہے جو شخص اس شرعی فیصلہ کو نہ مانے وہ سنی دیوبندی نہیں ہے۔ بلکہ مبتدع اور خارج از اہل سنت ہے۔	(۱۶) حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کا یہ فیصلہ درست نہیں ہے۔ اس کو ماننا کوئی ضروری نہیں ہے بلکہ اس فیصلہ سے اور فیصلہ کرنے والوں سے رفض کی بو آتی ہے اور اس سے منحرفین کو اہل سنت والجماعت سے خارج قرار دینا جسارت ہے۔

(۱۷) حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات قبر کی حدیثیں صحیح ہیں۔ اسی طرح ان حضرات کے سماع عند القبر الشریف کی حدیثیں بھی صحیح ہیں۔	(۱۷) انبیاء کرام علیہم السلام کے حیات وسماع کی حدیثیں صحیح نہیں ہیں۔ بلکہ یہ حدیثیں موضوع جعلی اور من گھڑت ہیں۔
(۱۸) سلامتی کی راہ یہ ہے کہ علماء جمہور کا اتباع کیا جائے۔	(۱۸) جمہور زنبور ہیں۔
(۱۹) حضور اکرم کی قبر مبارک کی زیارت کے وقت استشفاع جائز ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ زائر آپ ﷺ سے دعا واستغفار کی درخواست کرے۔	(۱۹) استشفاع جائز نہیں ہے۔
(۲۰) جو شخص مدینہ منورہ حضور ﷺ کی زیارت کے لئے جارہا ہے تو اس کو یہ پیغام دینا صحیح ہے کہ مزار اطہر پر میری طرف سے سلام عرض کرنا اور اس کو چاہئے کہ وہ زیارت کے وقت سلام پہنچائے۔	(۲۰) یہ بھی جائز نہیں ہے۔
(۲۱) احادیث صحیح کی روشنی میں حضور اکرم ﷺ پر جادو کا اثر ہوا جس کی وجہ سے آپ کو جسمانی طور پر تکلیف ہوئی۔	(۲۱) آپ ﷺ پر جادو کے جسمانی اثرات کو بعض اشاعتی علماء نہیں مانتے۔
(۲۲) روضہ اطہر میں زمین کا جو حصہ حضور ﷺ کے جسد اقدس کو مس کئے ہوئے ہے۔ وہ بیت اللہ اور عرش معلی سے افضل ہے۔	(۲۲) آپ ﷺ کے جسد اطہر کو مس کرنے والا زمین کا حصہ بیت اللہ اور عرش معلی سے افضل نہیں ہے۔
(۲۳) عالم قبر و برزخ میں حضور اکرم ﷺ کے روح اقدس کا تعلق دنیا والے جسد اطہر سے جس کی کنہ وحقیقت اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور حیات دنیوی کا یہی مطلب ہے، یعنی حیات کا تعلق دنیا والے جسد کے ساتھ ہے۔ ویسے آپ ﷺ چونکہ عالم برزخ میں ہیں لہٰذا آپ کی حیات قبر کو برزخی کہنا بھی صحیح ہے۔	(۲۳) عالم برزخ میں حضور ﷺ کے روح اقدس کو دنیا والے جسد کے ساتھ کسی قسم کا تعلق نہیں ہے۔ بلکہ جسد اطہر ہر قسم کی حیات سے عاری وخالی ہے۔ ہاں جنت میں نور کافور کا ایک اور جسد تیار کیا گیا ہے جو کہ دنیا والے جسد کے مشابہ ومشاکل ہے۔ آپ ﷺ کے روح مبارک کو اس دوسرے جسد میں داخل کردیا گیا ہے۔ یہ ہے حیات برزخی کا مطلب۔
(۲۴) عالم برزخ زمانے کا نام ہے جو کہ موت سے لے کر قیامت تک کے وقت کو کہا جاتا ہے اور یہ زمانہ قبر سمیت مردے کے ہر مقام کو شامل ہے۔ قبر و برزخ میں کوئی تضاد نہیں ہے بیک وقت ایک چیز پر بھی انکا اطلاق ہوسکتا ہے۔ یعنی ایک مردہ جسد قبر میں بھی ہے برزخ میں بھی ہے۔	(۲۴) برزخ کسی مخصوص مکان کا نام ہے۔ جہاں ارواح رہتی ہیں برزخ اور قبر میں تضاد اور تنافی ہے ایک سے دوسرے کی نفی ہوجاتی ہے۔ یعنی جو مردہ قبر میں ہے۔ وہ برزخ میں نہیں اور جو برزخ میں ہے وہ قبر میں نہیں۔
(۲۵) مردہ انسان اور اس کا مستقر یعنی قبر درحقیقت عالم برزخ کی چیزیں ہیں اگرچہ یہ دنیا والوں کو نظر آرہی ہیں۔	(۲۵) مردہ انسان اور اس کی قبر دنیا کی چیزیں ہیں۔ ان کو برزخی چیزیں کہنا صحیح نہیں ہیں۔

(۲۶) انسان درحقیقت روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کا نام ہے۔ یہی احکام شریعت کا مکلف اور اللہ تعالیٰ کا مخاطب ہے۔ دنیا قبر اور آخرت کی جزا وسزا کا یہ دونوں مورد بنتے ہیں۔	(۲۶) انسان صرف روح کو کہتے ہیں جسد عنصری صرف اور صرف آلہ کی حیثیت میں ہے جیسے تلوار، کلہاڑی، وغیرہ۔ اسی لئے قبر برزخ کی جزا وسزا میں جسد شامل نہیں ہوتا۔
(۲۷) حضرات انبیاء علیہم السلام کی خصوصیات میں سے ہے ان کی نوم ناقض وضو نہیں ہے۔	(۲۷) اہل اشاعت اس خصوصیت کا انکار کرتے ہیں۔
(۲۸) مسلکاً دیوبندی وہ ہے جو المہند علی المفند یعنی عقائد علماء دیوبند پر دستخط کرے کیونکہ یہ کتاب عقائد علماء دیوبند اہلسنت والجماعت کی دستاویز ہے۔ اس پر تمام علماء واکابرین دیوبند واولیاء دیوبند دستخط کر چکے ہیں۔	(۲۸) یہ لوگ اس کتاب پر دستخط کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں بلکہ اس کتاب کی حیثیت گرانے کے لئے قسم وقسم کی باتیں کرتے ہیں۔ شبہات پیدا کرتے ہیں۔
(۲۹) حضور اکرم ﷺ کی قبر انور جنت کا باغ ہے۔	(۲۹) حضور اکرم ﷺ کی قبر انور جنت کا باغ نہیں ہے۔
(۳۰) حضور اکرم ﷺ کا جسد اطہر بھی وصف نبوت ورسالت سے موصوف ہے۔	(۳۰) حضور اکرم ﷺ کا جسد اطہر بھی وصف نبوت ورسالت سے موصوف نہیں ہے۔ (ندائے حق جدید ص ۴۰۸)

قارئین کرام! اتنے سارے طویل وعریض اختلافات کے ہوتے ہوئے یہ کہہ دینا کہ علماء دیوبند اور اشاعۃ التوحید والسنہ کے نظریات ایک ہی ہیں۔ بہت بڑی جسارت ہے اور دور از حقیقت بات ہے۔ فریقین کے یہ عقائد ونظریات بندہ عاجز نے ان حضرات کی تحریروں اور تقریروں سے معلوم کئے ہیں۔ ایک ایک نظریہ کو ثابت کرنے کی ذمہ داری میرے ذمہ ہے۔ میں ان شاء اللہ ثابت کر کے دکھاؤں گا اگر خدانخواستہ کوئی نظریہ میں ثابت نہ کر سکا تو معذرت کے ساتھ اپنے الفاظ واپس لے لوں گا۔ باقی ان حضرات کے یہ نظریات اکثر عوام وخواص کی نظروں سے اوجھل رہتے ہیں۔ کیونکہ ان لوگوں نے عوام خواص کو یہ تاثر دے رکھا ہے کہ ہم مسلکاً دیوبندی ہیں اور علماء دیوبند والے نظریات رکھتے ہیں اس لئے اپنے مخصوص نظریات کو بہت کم ظاہر کرتے ہیں بلکہ ان پر پردہ ڈالنے کو کوشش کرتے ہیں۔ اگر ان سے کوئی بات پوچھی بھی جائے تو اجمال وابہام سے کام لیتے ہیں بلکہ غلط بیانی سے بھی گریز نہیں کرتے ہیں۔ کیونکہ اسی میں اپنی عافیت سمجھتے ہیں۔ ہاں اپنے معتمد علیہ احباب میں اور اپنے حلقہ اثر میں ان عقائد ونظریات کو آگے چلاتا کرتے رہتے ہیں۔

اور یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ یہ عقائد ونظریات یکدم نہیں گھڑے گئے بلکہ دھیرے دھیرے اور آہستہ ان کو بڑھایا اور آگے چلایا گیا اور اب نت نئے نظریات ایجاد کرنے کا کام ان میں جاری وساری ہے۔ آئے دن یہ لوگ نئے مسائل تیار کرتے رہتے ہیں اور نا معلوم تفردات کی یہ گاڑی کہاں جار کے گی۔ یا پھر یوں ہی چلتی چلتی رہے گی۔ واللہ اعلم، جب کہ علماء دیوبند کثر اللہ سوادھم اپنے اکابر کی لکیر کے فقیر بلکہ ان کی تحقیقات کے پکے مقلد ہیں۔ جیسا کہ خود مضمون نگار صاحب نے طنزیہ اس بات کا اعتراف کیا ہے۔

اشاعت التوحید والسنہ کی ابتدائی داغ بیل

اشاعت التوحید والسنہ کی ابتداء میں جو داغ بیل ڈالی گئی تھی وہ کسی مخصوص نظریات کی بنیاد پر نہ تھی۔ (علیم بذات الصدور صرف اللہ ہے) بلکہ توحید وسنت کی پرچار کے لئے ایک تنظیم بنائی گئی تا کہ اجتماعی شکل میں کام

کیا جائے۔ چنانچہ بعض علماء کرام وفضلا دیو بند سب کے سب اس جماعت میں شامل ہوئے نام کے مطابق کام کیا۔ اس دور کے علماء وفضلاء دیو بند سب کے سب مسلکاً دیوبندی تھے ان کے درمیان کسی قسم کا کوئی اختلاف نہ تھا اور نہ کوئی فرد مسلک علماء دیو بند سے منحرف تھا۔ ہم مسلک اور ہم مشرب ہونے کی وجہ سے آپس میں پیار، محبت، اخلاص، اور تعاون کی خوشگوار فضاء قائم تھی۔ ایک دوسرے کے مدرسوں، مسجدوں م خانقاہوں اور جلسوں وغیرہ کی تقریبات میں شریک ہونے کو مذہبی اور اخلاقی فریضہ سمجھا جاتا تھا استادی شاگردی بھی تھی اور پیری مریدی بھی، ہمدردیاں بھی تھی اور رواداریاں بھی، اسی لئے ایک دوسرے کی تعریف وتحسین بھی کی جاتی تھی۔ داد بھی دی جاتی تھی حوصلہ افزائی بھی کی جاتی تھی، پشت پناہی بھی اور خراج عقیدت بھی پیش کی جاتی تھی الغرض ایک ہم مسلک اپنے دوسرے ہم مسلک بھائی کے لئے جو کر سکتا وہ کرتا اسی لئے ایک دوسرے کے جنازوں میں شریک ہوتے تھے۔

اشاعت کے بعض افراد کی طرف سے انحراف کی ابتداء

جمعیت اشاعۃ التوحید کے ایک سرکردہ بزرگ علامہ عنایت اللہ شاہ صاحب کو ہم مسلک ہونے کی وجہ سے جامعہ خیر المدارس ملتان کے سالانہ جلسہ میں خطاب کے لئے مدعو کیا جاتا تھا۔ ۱۹۵۸ء میں ان کو حسب سابق خیر المدارس کے سالانہ جلسہ میں بلایا گیا۔ خطاب سے پہلے تک وہ فاضل دیو بند ہونے کی حیثیت سے ایک خطیب اسلام اور قادر الکلام مبلغ تھے۔ مسلک دیو بند کے عوام وخواص میں اچھی خاصی حیثیت کے مالک تھے کسی شخص کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ جناب خطیب اسلام صاحب کے دل میں مسلک علمائے دیو بند سے انحراف کا لاوہ پک چکا ہے۔ جوابی ابھی اسٹیج پر پھٹنے والا ہے۔ چنانچہ جب خلاف توقع حضرت شاہ صاحب نے عقیدہ حیات النبی ﷺ میں علماء دیو بند سے اپنا اختلاف ظاہر کیا تو حاضرین جلسہ میں حیرانگی اور بے چینی پھیل گئی۔ لوگ قسم قسم کی باتیں کرنے لگے۔ کچھ تائید کچھ تردید والے، بالآخر بات مہتمم مدرسہ حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ تک جا پہنچی، چنانچہ حضرت مہتمم صاحب رحمہ اللہ نے اسی اسٹیج پر حضرت شاہ صاحب کے نئے نظریہ کی تردید اور جمہور علماء اہل سنت والجماعت دیو بند کے عقیدہ کی پر زور اور مدلل تائید کی لیکن اس اختلاف کو سننے والا چونکہ ایک جم غفیر تھا اس لئے عوام الناس میں اختلافات کی خوب تشہیر ہوئی تو علماء دو حصوں میں بٹ گئے۔ ایک ہی مکتب فکر کے علماء تقسیم ہو گئے۔ یہ اختلاف کا قصہ اور انحراف کی داستان ہے، البتہ یہ بات وضاحت طلب ہے کہ شروع میں یہ اختلاف کتنا تھا اور کیسا تھا۔

فریقین کے درمیان نقطہ اختلاف

ابتداء میں یہ اختلاف صرف ایک بات میں تھا کہ حضور اکرم ﷺ کی قبر کی حیات کو دنیوی کہنا چاہئے یا صرف حیات برزخی کہنا چاہئے۔ علماء دیو بند فرماتے تھے کہ آپ ﷺ کی حیات قبر اگرچہ برزخی ہے لیکن روح اقدس کا چونکہ دنیا والے جسد کے ساتھ تعلق ہے لہٰذا اس کو حیات دنیوی کہنا صحیح ہے۔ جب کہ علامہ عنایت اللہ شاہ گجراتی اور ان کے ہم خیال لوگوں کا نظریہ یہ تھا کہ آپ ﷺ کی حیات قبر کو صرف حیات برزخی کہنا چاہئے اسے حیات دنیوی نہ کہا جائے۔ دور اول کے اہل اشاعت اس مسئلہ میں شاہ صاحب کے ہم نوا تھے۔ اختلاف اسی ایک مسئلہ میں تھا۔ حتی کہ اس وقت حضور اکرم ﷺ کے سماع عند القبر الشریف میں بھی جمعیت اشاعۃ التوحید کا کوئی انکار اور اختلاف نہ تھا؛ چنانچہ جناب سجاد بخاری صاحب جو

کہ جمعیت التوحید کے سرکردہ لوگوں میں سے تھے اور تفسیر جواہر القرآن کی تالیف میں شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے دست راست تھے یہ مضمون تقریبا آج سے بیالیس سال پہلے لکھا ہوا ہے۔ جس دور میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ حیات میں تصفیہ کرایا تھا اور فریقین کے دستخط کے ساتھ فیصلہ فرمایا تھا یہ مضمون اسی دور کا ہے اور مضمون کا عنوان یہ ہے ''مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق فریقین کے درمیان سمجھوتہ ہوگیا'' اور یہ مضمون شیخ القرآن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ماہنامہ تعلیم القرآن اگست ۱۹۶۲ء میں شائع ہوا تھا۔ چنانچہ سجاد بخاری لکھتے ہیں دارالعلوم دیوبند کے مکتب فکر سے تعلق رکھنے والوں کے درمیان عالم برزخ میں انبیاء علیہم السلام کے بارے میں عرصہ پانچ سال سے اختلاف چلا آرہا تھا اور اب تو یہ اختلاف نزاع وجدال، تحزب وتفرق اور گروہ بندی کی حد تک پہنچ چکا تھا۔ یہ اختلاف نفس حیات میں نہیں تھا کیونکہ نفس حیات کے ثبوت پر سلف سے لے کر خلف تک پوری امت متفق ہے اور تمام علماء دیوبند اس کے قائل ہیں۔ اختلاف جو تھا وہ صرف اس حیات کی کیفیت اور اس کی جزوی تفصیلات میں تھا حضرات علماء دیوبند کی ایک جماعت اس بات کی قائل تھی کہ برزخ میں انبیاء علیہم السلام کو دنیاوی حیات حاصل ہے اور وفات کے بعد اپنی قبور مبارکہ میں حیات جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں اور ان کے اجسام کے ساتھ ان کی ارواح مبارکہ کا ویسا ہی تعلق قائم ہے جیسا کہ دنیوی زندگی میں قائم تھا۔ اس خیال کے سرکردہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ تھے اور علمائے دیوبند کی دوسری جماعت کا نظریہ یہ تھا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام جب دنیا میں بقید حیات موجود تھے اس وقت ان کی حیات دنیوی تھی اور ان کے اجساد مطاہرہ کے ساتھ ان کی ارواح مبارکہ کا ایسا تعلق قائم تھا کہ اس کے ذریعے ان کے اجسام طیبہ سے مختلف افعال صادر ہوتے تھے۔ لیکن جب وفات کے ذریعے دنیا سے عالم برزخ کی طرف منتقل ہوگئے تو وہاں ان کو زندگی بھی برزخی ہی عطاء ہوئی اور وہ عالم برزخ میں برزخی حیات سے زندہ ہیں نہ کہ دنیوی حیات سے اور ان کے اجسام سے ان کی ارواح کا تعلق بھی برزخی ہے۔ جس کی کیفیت اور حقیقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اس جماعت کے قائدین حضرت مولانا قاضی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاضی شمس الدین صاحب، مولانا غلام اللہ خان صاحب، اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری تھے۔ ماہنامہ تعلیم القرآن ص ۱۷، اگست ۱۹۶۲ء۔ جناب سجاد بخاری صاحب مزید لکھتے ہیں باقی رہا آں حضرت کی قبر مبارک کے پاس صلوۃ وسلام کے سماع کا مسئلہ تو اس میں فریقین کے درمیان کوئی اختلاف نہیں تھا۔ جیسا کہ آج سے تقریبا تین سال پہلے ماہنامہ تعلیم القرآن شمارہ ماہ ستمبر ۱۹۵۹ء اور پھر اس کے بعد شمارہ ماہ ستمبر ۱۹۶۲ء میں دوسرے فریق کے اس بارے میں مسلک کی صراحت موجود ہے البتہ اس فریق کے بعض حضرات جن سے حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ عند القبر سماع صلوۃ وسماع کے دوام اور ہمہ وقتی ہونے کے قائل نہیں ہیں۔ الا خرق العادۃ۔ (جیسے کہ آگے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ العالی کے بیان میں آرہا) بہر حال یہ نزاع واختلاف کا سلسلہ عرصہ پانچ سال تک چلتا رہا۔ اس دوران میں فریقین کی جانب سے کئی بار اس معاملہ کو سلجھانے کی کوشش کی گئی مگر کامیابی نہ ہوسکی۔ فریقین کے درمیان صلح وسمجھوتہ کرانے کی سعادت چونکہ حکیم الامت حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم العالیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند کے لئے مقدر تھی اس لئے صلح وسمجھوتہ میں تاخیر ہوتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ حضرت مہتمم صاحب مدظلہ پاکستان تشریف لائے اور باہمی صلح کی کوشش کا آغاز ہوا اور حقیقت یہ ہے کہ اس دیرینہ نزاع کے لئے قابل احترام شخصیت کے بغیر سمجھوتہ ناممکن تھا'' (تعلیم القرآن ص ۱۸، ۱۹۔ اگست ۱۹۶۲ء)

قارئین کرام! یہ ہیں مدیر تعلیم القرآن سجاد بخاری کے مضمون کے دو طویل اقتباس جن سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ دورِ اول کے اہلیان اشاعت کا علماء دیوبند سے قطعاً کوئی اختلاف نہ تھا۔ سب ایک ہی مسلک کے افراد تھے لیکن ۱۹۵۸ء میں صرف اور صرف ایک مسئلہ حیات میں اختلاف شروع ہوا اور وہ بھی اتنی حد تک کہ آپ ﷺ کی حیات قبر کو صرف برزخی کہا جائے یا برزخی کے ساتھ ساتھ اسے دنیوی کہنا بھی درست ہے۔ اس دور میں آپ ﷺ کے سماع عند القبر الشریف میں بھی دورِ اول کی اشاعت کو کوئی اختلاف نہ تھا بلکہ اس دور کے علماء اشاعت التوحید آپ ﷺ کے سماع عند القبر الشریف کے قائل تھے۔ جیسا کہ سجاد بخاری صاحب کے مضمون سے صاف طور پر معلوم ہو رہا ہے۔ البتہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب آپ ﷺ کے سماع ہمہ وقتی کے قائل نہ تھے۔ بلکہ جز وقتی کے قائل تھے بہر حال چند سال ایک مسئلہ محل نزاع بنا رہا فریقین کے علماء میں بعض حضرات نے حصہ لیا اور بعض خاموش رہے۔ بتایا جاتا ہے کہ زیادہ تر شدت کی حالت پنجاب کے بعض علاقوں میں رہی دوسرے علاقہ جات میں اختلاف کی خبر بہت کم پہنچی، کسی کا اس مسئلہ کی طرف التفات ہوا کسی کا نہیں ہوا کیونکہ ایک تو اختلاف بالکل نیا تھا اور کچھ عجیب نوعیت کا تھا اسی لئے مسلک کے سب لوگوں نے اس میں حصہ نہیں لیا بلکہ صلح اور اتفاق کی کوشش جاری رکھی۔

عقیدہ حیات النبی ﷺ پر بالاتفاق مصالحت

چنانچہ چار پانچ سالہ نزاعی مسئلہ کے تصفیہ کے لئے حکیم الاسلام قاری محمد طیب رحمہ اللہ دار العلوم سے تشریف لائے ہر دو فریق کی باتیں سن کر حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ نے قدر مشترک عبارت بطور فیصلہ کے تحریر فرمائی جسے فریقین کے علماء نے تسلیم کر لیا اور تصدیقی دستخط بھی کر دیئے جس کی وجہ سے وہ نزاع ختم ہو گیا اور صلح ہو گئی۔ حضرت قاری صاحب کے فیصلہ کا متن متین درج ذیل ہے۔

''وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ ﷺ صلوۃ وسلام سنتے ہیں۔''

احقر محمد طیب وارد حال راولپنڈی ۲۲ جون ۱۹۶۲ء (مولانا قاضی) نور محمد، خطیب جامع مسجد قلعہ دیدار سنگھ۔ لاشئی (مولانا) غلام اللہ خان (مولانا) محمد علی جالندھری عفی عنہ۔ (تعلیم القرآن ص ۲۵، ماہ اگست ۱۹۶۲ء)

آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ فیصلہ قاری محمد طیب صاحب کے مضمون بنام ''مسئلہ حیات النبی ﷺ کے متعلق چار سالہ نزاع کا خاتمہ'' سے نقل کیا ہے۔ جو کہ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب نے اپنے ماہنامہ تعلیم القرآن میں خود شائع فرمایا ہے اور فیصلہ کن عبارت کے بعد حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

''اس مختصر عبارت کی تفصیل چونکہ مولانا قاضی شمس الدین صاحب (برادر خورد مولانا قاضی نور محمد صاحب) اپنے مکتوب میں لکھ کر مولانا محمد علی صاحب جالندھری کے پاس بھیج چکے تھے اس لئے یہ عبارت ان کی مسلمہ ہے بناء بریں اس عبارت پر ان کے دستخط کرانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ عبارت بالا کو ان کا مسلمہ سمجھا جائے۔'' حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں۔

''چونکہ اس موقع پر سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری بوجہ علالت راولپنڈی تشریف نہ لا سکے اس لئے احق کے عرض کرنے پر مسودہ پیش کرنے پر حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب نے ان کے بارے میں حسب ذیل تحریر دستخط کر کے بندہ کو عنایت فرمائی جس کا متن لفظ بہ لفظ حسب ذیل ہے۔''

''ہم (مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب) اس کی پوری کوشش کریں گے کہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب سے بھی اس تحریر (مندرجہ بالا) پر دستخط کرائیں جس پر ہم نے دستخط کئے ہیں۔ اگر ممدوح اس پر دستخط نہ کریں گے تو ہم مسئلہ حیات النبی ﷺ میں اس تحریر کی حد تک ان سے برأت کا اعلان کریں گے نیز اپنے جلسوں میں ان سے مسئلہ حیات پر تقریر نہ کرائیں گے۔ اگر اس مسئلہ میں وہ کوئی مناظرہ وغیرہ کریں گے تو ہم اس کے بارے میں ان کو مدد نہ دیں گے۔'' (تعلیم القرآن ص ۲۵ ماہ اگست ۱۹۶۲)

قارئین کرام! آپ دور اول کی اشاعت التوحید والسنہ کے علماء کے خلوص، حق پسندی اور حق گوئی کا اندازہ لگائیں کہ یہ حضرات مصالحت کی تمام تر کاروائی اپنے ماہنامہ تعلیم القرآن میں شائع فرما رہے ہیں تا کہ جماعت کے تمام کارکنوں کو معلوم ہو جائے کہ مسئلہ حیات النبی ﷺ پر فریقین متفق ہو گئے ہیں اور صلح ہو گئی ہے۔ مزید یہ کہ جماعت کے دو بزرگ حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب یہ ذمہ داری اٹھا رہے ہیں کہ ہم سید عنایت اللہ شاہ صاحب سے اس تحریری فیصلہ پر دستخط کرائیں گے۔ کیونکہ وہ اپنی مجبوری کی وجہ سے فیصلے میں موجود نہ تھے اور مذکورہ بالا ہر دو بزرگ عہد کرتے ہیں۔ اگر شاہ صاحب نے اس فیصلہ پر دستخط نہ کئے تو ہم مسئلہ حیات النبی ﷺ میں اس تحریر کی حد تک ان سے برأت کا اعلان کریں گے۔

مزید یہ کہ اس فیصلہ کے بعد ۲۲ / ۷ / ۱۹۶۲ء بروز اتوار جمعیت اشاعۃ التوحید والسنہ کا ایک خصوصی اجتماع ہوا جس میں اشاعت کے نامور علماء و مشائخ شامل ہوئے اور چند قراردادیں بالاتفاق منظور کی گئیں ان میں ایک قرارداد یہ بھی منظور ہوئی جس کا عنوان ہے ''مسئلہ حیات النبی ﷺ کا فیصلہ۔'' ۳: جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کا یہ نمائندہ اجتماع اس بات کا فیصلہ کرتا ہے اور اپنی تمام جماعت کو اس کی پابندی کرنے کی درخواست کرتا ہے کہ حضرت مولانا علامہ قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند کی تجویز کردہ عبارت پر فریقین کے درمیان جو صلح ہوئی ہے اسے قائم رکھا جائے اور اسے ہرگز توڑا نہ جائے۔ (مگر یہ کہ فریق ثانی صلح کے خلاف کسی قسم کا اقدام کرے)

ہماری جماعت جس طرح پہلے متحد ہو کر اشاعت توحید و سنت کا کام کرتی رہی ہے۔ اسی طرح آئندہ بھی کرتی رہے گی۔ (تعلیم القرآن اگست ۱۹۶۲ء ص ۵۳) معلوم ہوا کہ اس فیصلہ کو صرف مولانا غلام اللہ خان صاحب، قاضی نور محمد صاحب، قاضی شمس الدین صاحب اور سجاد بخاری صاحب نے ہی تسلیم نہیں کیا بلکہ دور اول کی اشاعت کے تمام سرکردہ علماء نے قرارداد کی شکل میں اس کی منظوری دے کر اس کو قبول کر لیا۔

اس صلح کی خبر سن عوام و خواص میں خوشی کی لہر دوڑ گئی

جس طرح حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کے فیصلے کو فریقین نے خوشی خوشی قبول فرمایا اور اپنی حق پسندی کا مظاہرہ کیا اسی طرح جب عام و خاص لوگوں نے مفاہمت کی خبر سنی ان میں بھی خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ چنانچہ حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کا جو مضمون تعلیم القرآن میں شائع ہوا ہے اس کے آخر میں فرماتے ہیں اصلاحی صورت کا سب سے زیادہ

شاندار مظاہرہ راولپنڈی کے عظیم الشان جلسہ عام میں ہوا جو احقر کی تقریر کے سلسلہ میں مدرسہ حنفیہ عثمانیہ کے زیر اہتمام ایک بڑے میدان میں زیر صدارت حضرت مولانا خیر محمد صاحب، شیخ الحدیث مدرسہ خیر المدارس ملتان منعقد کیا گیا تھا احقر کو منظوم سپاسنامہ دینے سے جلسہ کا آغاز ہوا اور احقر کی تقریر شروع ہوئی جو تقریباً اڑھائی گھنٹہ جاری رہی تقریر کے آخر میں احقر نے عوام کو مخاطب کرتے ہوئے اس نزاع کے ختم ہونے کی بشارت سنائی جس سے عوام میں خوشی کی بے پناہ لہر دوڑ گئی اور ان ہزارہا انسانوں کے ہجوم نے بے تحاشہ تبریک وتہنیت کے نعرے لگانے شروع کر دیئے جس سے فضا گونج اٹھی۔ ختم تقریر پر ایک جانب سے مولانا غلام اللہ خان صاحب اور دوسری جانب مولانا محمد علی جالندھری صاحب نے اپنی تقریروں سے اس بیان کی توثیق کی اور نہایت فراخدلانہ اور مخلصانہ لب ولہجہ سے فرمایا کہ ہم نے مہتمم دارالعلوم کے درمیان میں پڑ جانے سے اس مسئلہ کی نزاعی صورت حال کو ختم کر دیا ہے۔

ان دو تقریروں کے بعد یہ ہزاروں آدمیوں کا عظیم اجتماع جذبات ومسرت سے ابل پڑا اور اس نے مہتمم دارالعلوم زندہ باد، دارالعلوم دیوبند زندہ باد، اور علماء دیوبند زندہ باد کے فلک شگاف نعرے لگانے شروع کئے کئی منٹ تک فضا نعروں سے گونجتی رہی۔ مجمع میں جذبات مسرت کی عجیب حرکت تھی جس سے مجمع متموج دریا کی طرح متحرک نظر آرہا تھا اور نعروں میں تقریریں بند ہوگئیں۔ بالآخر جلسہ نہایت کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔ (تعلیم القرآن، اگست ۱۹۶۲ء ص ۲۶)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دور اول کی اشاعت کا علماء دیوبند رحمہم اللہ سے صرف ایک مسئلہ میں نزاع تھا اور نزاع یہ تھا کہ آپ ﷺ کی حیات کو صرف حیات برزخی کہا جائے یا اس حیات کو برزخ کے ساتھ ساتھ دنیوی بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ کسی اور مسئلہ میں اختلاف نہ تھا اگر کسی اور مسئلہ میں اخلاف ہوتا تو اس کو صلح میں ضرور لایا جاتا البتہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب حضور اکرم ﷺ کے سماع عند القبر الشریف کو ہمہ وقتی نہیں سمجھتے پوری جماعت کا یہ نظریہ نہ تھا۔ کیونکہ پوری جماعت اشاعت التوحید والسنہ علماء دیوبند کی طرح حضور اکرم ﷺ کے سماع عند القبر الشریف کی قائل تھی اور نزاع چار پانچ سال چلتا رہا اور بالآخر حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کی کوشش اور محنت کی برکت سے ختم ہوگیا فریقین نے خلوص کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی حیات برزخ (قبر شریف) کو بہ تعلق روح تسلیم فرمایا اور یہ بھی تسلیم کیا کہ آپ ﷺ زائرین کے درود وسلام کو سنتے ہیں۔ تو اب علماء دیوبند اور علماء اشاعت پھر ایک ہوگئے اور کوئی اختلافی مسئلہ نہ رہا۔ تو پانچ سالہ نزاع کے خاتمہ کے بعد وہ سب محبتیں، ہمدردیاں، خلوص اور رواداریاں واپس آگئیں ایک دوسرے کی تعریفیں ہونے لگیں جنازوں میں شرکت ہونے لگی۔ دعا مغفرت بھی جاری ہوگئی الغرض جب دوبارہ ہم مسلک ہوگئے تو وہ سب کچھ ہونے لگا جو ہم مسلک بھائیوں میں ہوتا ہے۔

حضرت قاری صاحب کی ایک اہم ہدایت

چونکہ اس اختلاف کو مٹانے والے حضرت قاری صاحب تھے اور وہی حکم اور ثالث تھے۔ انہوں نے حالات کی نزاکت کو مدنظر رکھ کر فریقین کے علماء کو ہدایت جاری فرمائی کہ اس مسئلہ کی جزئیات وتفصیلات کو عامۃ الناس میں بیان نہ کیا جائے بلکہ قدر مشترک جس پر فیصلہ کیا گیا ہے اس کو بیان کیا جائے کیونکہ اب فریقین کے درمیان اصل مسئلہ یعنی حیات قبر بہ تعلق روح اور سماع صلوۃ وسلام عند القبر الشریف مسلمہ ہو چکا ہے۔

قارئین کرام! یہ دور اول کی اشاعت التوحید والسنہ جس کے علماء نے صرف ایک مسئلہ میں علماء دیو بند سے اختلاف کیا تھا پھر چار پانچ سال بعد اس مسئلہ میں انہوں نے علماء دیو بند سے اتفاق کر لیا تھا اور کسی مسئلہ میں ان کو علماء دیو بند سے کوئی اختلاف نہ تھا۔ لہٰذا دور اول کے اشاعتی علماء جنہوں نے قاری صاحب کے فیصلہ کو تسلیم کر لیا اور پھر اسی پر تادم زیست قائم رہے اور کسی مسئلہ وعقیدہ میں بھی علماء دیو بند سے اختلاف نہیں کیا وہ پکے سچے دیو بندی ہیں۔ ان کے دیو بندی ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

اشاعت التوحید نمبر ۲ کی زیر زمین داغ بیل

علماء دیو بند کے اتحاد واتفاق کی خوش خبری دور دور تک پہنچی بلکہ جہاں اختلاف کی اطلاع نہ پہنچی تھی وہاں بھی اتفاق کی اطلاع پہنچی فریقین کے مخلصین نے خوشیاں منائیں۔ ہر دیو بندی نے سکون اور اطمینان کا سانس لیا۔ الحمد للہ مسلکی فضا خوشگوار بن گئی۔ ہر فرد کو یقین ہو گیا کہ علماء دیو بند اختلاف کے بعد دوبارہ متحد ہو گئے۔ لیکن شومئ قسمت کہ شاید بعض عناصر کو نہ یہ صلح پسند تھی اور نہ یہ فیصلہ منظور، لیکن ایسا عنصر اس وقت اتنا کم تھا کہ فریقین کی صلح میں رکاوٹ نہ بن سکتا تھا۔ چنانچہ ایسے افراد نے اس صلح کو سبوتاژ کرنے اور علماء دیو بند کو دولخت کرنے کی خاطر زیر زمین اپنی سرگرمیاں شروع کر دیں۔ اوّلاً ان لوگوں کی یہ خفیہ کاروائیاں محدود نہ تھی۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا۔ دور اول کے اشاعتی علماء یکے بعد دیگرے دنیا سے رخصت ہوتے چلے گئے تو ان کی پالیسیوں کا میدان وسیع ہوتا چلا گیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے حیات الانبیاء کے انکار کے ساتھ عذاب قبر وغیرہ دوسرے مسائل وعقائد میں علماء دیو بند سے رفتہ رفتہ اختلاف کرنا شروع کیا اور نوبت بایں جارسید کہ آج درجنوں مسائل میں ان کو اختلاف ہے۔ بلکہ ایسے اختلاف کہ جن کو یہ لوگ کفر اور اسلام کا اختلاف کہتے ہیں۔

ادھر ہمارے علماء دیو بند نے حضرت قاری صاحب کی ہدایت کے مطابق احتیاط اور پرہیز سے کام لیا۔ چنانچہ اشاعت اول کے علماء کی وفات علماء دیو بند کی احتیاط اور صلح وصفائی کی خبروں نے ان لوگوں کے لئے میدان خالی کر دیا اور پھر ان عیار لوگوں نے اپنے مخصوص نظریات اپنے خاص عقیدت مندوں اور اپنے مدارس کے طلبہ میں خوب پھیلائے خصوصاً دورہ ہائے تفسیر کے طلبہ کو انہوں نے خوب شکار کیا۔ حتیٰ کہ اتحاد واتفاق کی تاریخ سے لے کر تادم تحریر تقریباً اکتالیس یا بیالیس سال کے عرصہ میں ان کے مدارس اور دورہ تفسیر سے جو طلبہ فارغ التحصیل ہو کر عالم بنے ہیں ان سب کی ایسی ذہن سازی کی کہ وہ ان کے عقائد ومسائل ہی کو علماء دیو بند اور علماء اشاعت اول کے عقائد ومسائل سمجھتے ہیں کیونکہ صلح وصفائی اور احتیاط کی وجہ سے ان لوگوں نے تصویر کا دوسرا رخ دیکھا بھی نہیں اور ستم بالائے ستم یہ کہ ان لوگوں نے اس نئی نسل کو حقیقت سے واقف نہیں ہونے دیا بلکہ اصل صورت حال سے اندھیرے میں رکھ کر ان کو ابتداء سے انتہا تک شب وروز یہ پڑھایا کہ ہمارے مخصوص نظریات علماء دیو بند کے نظریات اور دور اول کے علماء اشاعت کے نظریات ہیں پھر ان منحرفین نے اپنی نئی نسل کی یہ تربیت کی کہ جس علماء دیو بند کے بزرگ اور عالم کے پاس جاؤ یا ان کے مدرسہ میں جاؤ تو اپنے مخصوص نظریات کو چھپا کر رکھو بالکل ظاہر نہ کرو اور ان کی خوب خوشامد کرو تا کہ ان کو اعتماد ہو جائے کہ یہ ہمارے ہیں اور یوں ہی یہ لوگ تقیہ کی چادر اوڑھ کر ہمارے مدارس، مساجد اور تمام دینی سیاسی اور جہادی تنظیموں میں گھس کر اپنا ایک مقام پیدا کریں اور پھر خفیہ طریقے سے ہماری سادہ لوح

عوام کو دھوکہ دے کر اور ورغلا کر اپنے بڑوں تک سپلائی کرتے رہے حالانکہ ان لوگوں کے عقائد ونظریات نہ ہی علماء دیوبند والے ہیں اور نہ ہی دور اول کی اشاعت التوحید والے ہیں۔ ان لوگوں نے تو علماء دیوبند کے متفق فیصلہ سے انحراف اور بغاوت کر رکھی ہے اور درجنوں مسائل میں علماء دیوبند اور اشاعتی علماء سے اختلاف کر رکھا ہے۔

اس سب کے باوجود اپنے آپ کو دیوبندی ظاہر کرتے ہیں اور علماء دیوبند کے صحیح وارثوں کو دیوبندیت کے ٹھیکیدار۔ علماء دیوبند کی تحریروں پر اندھے اعتماد کا راگ الاپنے والے کا طنز بھی کرتے رہے۔ حتی کہ فاضل مضمون نگار نے تو حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کے تحریری متفقہ فیصلہ کو تسلیم کرنے والوں کے متعلق کہہ دیا کہ ان کو دیوبندیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ''الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے'' شعر۔

خرد کا نام جنون رکھ دیا جنون کا نام خرد	جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے
زہین کو کمیں کمیں کو ذہین کہتے ہیں	اس زمانے کے ناداں بے حیا کو حسین کہتے ہیں

قارئین کرام! یہ اشاعت التوحید نمبر ۲ کی ابتداء۔ اس کے پروان چڑھنے کی داستان اور طریقہ واردات اور حالات مذکورہ بالا عقائد ونظریات کے حاملین یہی لوگ ہیں۔ البتہ دھوکہ وتلبیس کے ذریعہ دور اول کے اشاعتی علماء کے نام پر دھوکہ دیتے ہیں۔ جس طرح علماء دیوبند کے نام پر دھوکہ دیتے ہیں بہر حال ان لوگوں نے دھوکہ تلبیس سے اپنا کاروبار چلایا اور چمکایا ہوا ہے۔ اگر ایسے لوگوں کا نام مناظر اسلام، سرمایہ اہل سنت والجماعت، وکیل احناف حضرت مولانا محمد امین صفدر اکاڑوی صاحب رحمہ اللہ نے اشاعت التلبیس والفتنہ رکھا تو کوئی جرم نہیں کیا، جس پر مضمون نگار صاحب غصہ کھا رہے ہیں۔

ذہنی آزادی اور اسلاف بیزاری میں ترقی

اشاعۃ التوحید والسنہ نمبر ۲ کے جیالوں نے اپنے استادوں اور بڑوں سے مذہبی آزادی اور اسلاف بیزاری کا ایسا سبق پڑھا کہ اپنے مربیوں سے بھی آگے نکل گئے اور بہت آگے حتی کہ وہاں جا پہنچے کہ ان کو اپنے مربی مرشد اور روحانی باپ بھی کافر نظر آنے لگے۔ چنانچہ امام مہدی کا انکار، حیات ابن مریم علیہا السلام کا انکار، حضور اکرم ﷺ کے سماع عند القبر الشریف کے قائلین کو کافر ومشرک کہنا، حضور اکرم ﷺ کے جسم اطہر میں جادو کے اثرات کا انکار، تعویذات قرآنیہ کو شرک کہنا، اپنے بڑوں کے حق میں گندی زبان استعمال کرنا، اساتذہ کی پگڑیاں اچھالنا، کبھی غیر مقلد اور مسعودی بن جانا، اپنے سوا کسی کو مسلمان نہ سمجھنا، بات بات پر شرک وکفر کے فتوے لگانا وغیرہ وغیرہ ان لوگوں کی پہچان ہے۔

اشاعت التوحید والسنہ نمبر ۳ کی برملا داغ بیل

جب اشاعت التوحید والسنہ نمبر ۲ نے دیکھا کہ ہمارے پروردہ اور تربیت یافتہ جیالے ہمارے قابو سے نکل گئے۔ حتی کہ انہوں نے ہماری پگڑیاں اچھالنی شروع کی اور کافر ومشرک کے القاب دینے شروع کئے اور ہم پر زبان درازی شروع کی تو انہوں نے ۱۰ مئی ۱۹۹۸ء بروز بدھ جامع مسجد عنایت اللہ شاہ گجرات میں جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کی شوریٰ کا اجلاس بلا کر ان کو جمعیت اشاعت التوحید والسنہ سے خارج کر دیا۔

(خس کم جہاں پاک۔ ص ۶۵ تا ۸۰، مطبوعہ اشاعۃ التوحید والسنہ لالہ موسی)

لیکن وہ بھی انہیں کے فیض یافتہ شاگرد رشید تھے تو انہوں نے اپنے بڑوں کی طرح جماعت چھوڑنے کی بجائے خود ساختہ جماعت کے نام پر قبضہ جمالیا اور اپنی جماعت کا نام، مرکزی جمعیت اشاعت التوحید والسنہ رکھ لیا۔

اب جناب جمعیت اشاعت التوحید والسنہ نمبر ۲ نے تقریروں، تحریروں، اور کتابوں کے ذریعے بڑا زور لگایا۔ اعلانات کئے خس کم جہاں پاک لکھ کر اپنی عوام کو یہ بتانے کی کوشش کی کہ ہم نے مولوی احمد سعید، مولوی یونس نعمانی وغیرہ کو جمعیت اشاعت التوحید والسنہ سے نکال دیا ہے۔ ان کا جمعیت اشاعت التوحید والسنہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ وغیرہ وغیرہ لیکن اشاعۃ نمبر ۳ کا قبضہ بہر حال قائم ہے اور زبان حال سے کہہ رہے ہیں جیسے تم، ویسے ہم۔

بندہ عاجز کا ایک سوال

فاضل مضمون نگار جناب تبسم صاحب نے جو سارا زور قلم اس پر خرچ کر دیا ہے۔ کہ اشاعت التوحید والسنہ دیوبندی ہے اور علماء دیوبند والے نظریات رکھتی ہے تو میرا سوال یہ کہ اس سے آپ کی مراد کون سی اشاعت التوحید ہے؟ اگر آپ کی مراد وہ اشاعت التوحید ہے جس نے حکیم الاسلام رحمہ اللہ کے فیصلہ کو تہہ دل سے قبول کیا پھر اس پر مستقیم رہے اور کوئی انحراف نہیں کیا تو یقیناً یہ اشاعت مسلکاً دیوبندی ہے اور اگر آپ کی مراد اشاعۃ التوحید سے وہ جماعت ہے جنہوں نے حکیم الاسلام قاری محمد طیب رحمہ اللہ کے فیصلے سے انحراف کیا اس کے علاوہ اور بھی کئی انحراف کئے تو یہ منحرفین کیسے دیوبندی بن سکتے ہیں؟ جب کہ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب اور حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب قلعہ دیدار سنگھ والے ایسے منحرفین سے اعلان برأت کر چکے ہیں اور اگر آپ کی مراد اشاعت التوحید نمبر ۳ ہے کہ وہ مسلکاً دیوبندی ہیں۔ تو سوال یہ ہے کہ اگر یہ دیوبندی تھے تو آپ نے ان کو اپنی جماعت سے خارج کیوں کر دیا؟ امید ہے کہ تبسم صاحب سوچ کر جواب دیں گے۔

خلاصہ یہ نکلا کہ اشاعت التوحید والسنہ نام کی کئی جماعتیں ہیں اور ہر جماعت کے علماء اور عام وخاص کے نظریات مختلف ہیں۔ بلکہ ہر شخص کا نظریہ اپنا اپنا ہے۔ حتی کہ ایک اشاعت کے افراد دوسرے اشاعتیوں کو کافر، مشرک تک کہہ دیتے ہیں اور ایک دوسرے سے برأۃ کا اعلان کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے خلاف اخلاق سے گری ہوئی باتیں بھی کر جاتے ہیں۔ ثبوت کے لئے خس کم جہاں پاک کا مطالعہ کافی ہے۔ جس میں یہ باتیں موجود ہیں اس کتاب کو لکھنے والے اور شائع کرنے والے بھی اشاعتی ہیں اور جن کے خلاف لکھی گئی وہ بھی اشاعتی ہیں۔

تو عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر اشاعت التوحید والسنہ کے کسی عالم کا مسلکاً دیوبندی ہونا ثابت بھی ہو جائے گا۔ تو تمام اشاعتیوں کے تمام افراد کا دیوبندی ہونا قطعاً ثابت نہ ہوگا۔ عقائد و نظریات مختلف ہیں۔ وہ بھی اشاعتی ہیں۔ جنہوں نے حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کے فیصلے کی تصدیق کی اور توثیق کی بلکہ اس پر دستخط کئے اور پھر مرتے دم تک اس پر قائم رہے اور وہ بھی اشاعتی ہیں جنہوں نے حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کے فیصلہ سے انحراف اور بغاوت کی پھر وہ بھی اشاعتی ہیں جنہوں نے ان منحرفین سے انحراف کیا اگر کوئی اشاعتی قسم اول کے کسی عالم کا نام لے کر اس کو دیوبندی ثابت کر کے خود کو دیوبندیوں کی صف میں شامل کرنا چاہتا ہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک کنگال آدمی اپنے آپ کو بادشاہ ثابت کرنے کے لئے یہ دلیل پیش کرے کہ ”پدرم سلطان بود“

کون عقل مند آدمی ہے کہ اس دلیل سے ایک کنگال، بے تاج وتخت اور بے ملک کو بادشاہ تسلیم کرے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ ہمارا فلاں اشاعتی دیو بندی تھا۔ لہٰذا میں دیو بندی ہوں۔ قطعا درست نہیں جیسے کنگال کا دعویٰ پدرم سلطان بود درست نہیں۔

ارے! اگر تم مسلکا دیو بندی بننا چاہتے ہو تو قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کے متفقہ فیصلہ پر دستخط فرماؤ اور اس کو دل و جان سے تسلیم کرلو۔ اگر کوئی اور تفردات ہیں تو چھوڑ دو تو تم خود بخود دیو بندی بن جاؤ گے ہم اور سب لوگ آپ کو دیو بندی کہیں گے۔ تمہیں اپنے دیو بندی ہونے کے لئے کسی قسم کے دلائل شواہد دینے کی ضرورت نہ ہوگی۔

اب تک تم کہتے ہو کہ ہمارا سرکردہ قاضی نور محمد صاحب رحمہ اللہ اور قاضی شمس الدین صاحب دیو بندی رحمہ اللہ تھے کیونکہ وہ دیو بند میں پڑھے اور پڑھایا علماء دیو بند نے ان کی دستار بندی کی تھی وغیرہ وغیرہ۔

اے اللہ کے بندو! تم کس منہ سے قاضی برادران کا نام لیتے ہو انہوں نے تو حضرت قاری صاحب کے فیصلہ کو تسلیم کیا تھا۔ اس پر دستخط کئے تھے اور کوئی مسلک دیو بند سے انحراف نہیں کیا تھا بلکہ تادم زیست اس پر قائم رہے۔ جب کہ تم متفقہ فیصلے سے بغاوت و انحراف کر چکے ہو اور درجنوں تفردات اپنا چکے ہو۔ قاضی برادران کے دیو بندی ہونے سے تم کیسے دیو بندی بن سکتے ہو تم تو خود قاضی برادران کی راہ بھی چھوڑ چکے ہو۔ تمہارے تفردات کو دیکھ کر خود قاضی شمس الدین صاحب نے اشاعت التوحید والسنہ سے استعفیٰ دے دیا تھا۔ دیکھئے قاضی کا خط بنام مولانا عبدالعزیز شجاع آبادی۔ (دعوت الانصاف ص ۲۸)

نیز جن کو تم اپنا سرکردہ سمجھتے ہو انہوں نے تو تمام ان لوگوں سے اعلان برأۃ کا عہد کیا ہے۔ جو اس متفقہ فیصلہ پر دستخط نہ کریں گے۔ تفصیل باحوالہ تعلیم القرآن پہلے گزر چکی ہے۔ جو تم سے بری ہو چکے ہیں اور تمہیں ان کے جسموں سے رفض کی بو آتی ہے۔ (نیلوی صاحب کا ماہنامہ گلستان اسلام، مارچ ۱۹۹۷ء) کیا ایسے لوگوں کے نام پر جینا چاہتے ہو؟ اور ان کے طفیل دیو بندی بننا چاہتے ہو؟ کیا یہی انصاف ہے اور یہی توحید وسنت کی اشاعت ہے۔ اب تو پدرم سلطان بود سے بھی معاملہ آگے نکل گیا ہے۔

فاضل مضمون نگار نے اپنے سرکردہ بزرگوں کی مخالفت کی

آپ نے گزشتہ اوراق میں جناب سجاد بخاری کا مضمون پڑھا اس کے شروع میں یہ الفاظ ہیں۔ دارالعلوم دیو بند کے مکتب فکر سے تعلق رکھنے والوں کے درمیان عالم برزخ میں انبیاء علیہم السلام کے بارے میں عرصہ پانچ سال سے اختلاف چلا آرہا تھا۔ یہ مضمون شیخ القرآن کی زیر نگرانی ماہنامہ تعلیم القرآن میں چھپا اس دور کے اشاعتی علماء نے پڑھا کسی نے فکر نہیں کہ کہ حیات انبیاء کے قائلین کو دیو بندی کہا گیا؟ وہ تو دیو بندی نہیں ہیں۔ گویا اس دور کے تمام اشاعتی علماء قائلین حیات کو علماء دیو بند ہی سمجھتے اور جانتے تھے لیکن فاضل مضمون نگار قائلین حیات کو شرذمہ قلیلہ، بونے، قبیح سوچ والے اور کم ظرف کہہ کر دیو بندیت سے خارج قرار دے رہے ہیں۔ (نغمہ توحید، ص ۳۲، ۳۳)

دیکھئے تبسم صاحب جن کو بونے وغیرہ کے غیر مہذب الفاظ سے یاد فرماتے ہیں۔ ان کے اکابر ان کو علماء دیو بند کہتے ہیں۔ یہ ہیں اصاغرین جن کو اپنے اکابر کے نام پر ناز ہے کہ اکابر سے چند قدم آگے جا رہے ہیں۔ خلف من بعدھم خلف۔

دیو بندیت کا معیار

برادران اسلام! دیو بندیت کا معیار وہ نہیں ہے جیسے مضمون نگار نے پیش کیا ہے کہ ہمارے سرکردہ دیو بند

میں پڑھے تھے پڑھایا تھا۔ علماء دیو بند نے ان کے سر پر دستار فضیلت رکھی تھی۔ علماء دیو بند نے اس کی تعریف کی تھی۔ ان کو خراج عقیدت پیش کیا تھا، وغیرہ وغیرہ۔

دیو بندیت کا صحیح معیار یہ ہے کہ جس شخص کا عقیدہ، نظریہ اور عمل الف سے لے کر یا تک علماء دیو بند والا ہے اور وہ شخص مرتے دم تک اسی عقیدے پر رہا اس سے کبھی انحراف نہیں کیا۔ خدانخواستہ اگر اس سے کچھ عرصہ انحراف ہوا تو موت سے قبل رجوع کر لیا تو یہ شخص مسلکاً دیو بندی ہے۔ کیونکہ اس کے نظریات ہر لحاظ سے علماء دیو بند والے ہیں اور عین مطابق ہیں۔ وہ شخص دیو بند میں پڑھا ہے یا پڑھایا ہے بلکہ مدرسہ دیو بند دیکھا بھی نہیں ہے اگر چہ اسے دیو بند سے سند اور دستار بھی نہ ملی ہو اگر چہ علماء دیو بند نے اس کی تعریف بھی نہ کی ہو۔ اسے خراج عقیدت بھی نہ پیش کیا ہو علمائے دیو بند نے اسے دیکھا بھی نہ ہو اس کے جنازے میں بھی نہ شریک ہوئے ہوں۔ لیکن عقیدۃً یہ شخص پکا کھرا اور سچا دیو بندی ہے، لاشک فیہ ولا ریب

آمدم بر سر مطلب

اگر چہ بندہ عاجز کی اس طویل تمہید سے ہر باشعور آدمی با آسانی یہ بات معلوم کرے گا کہ مضمون نگار کے دلائل خام اور ادھورے ہیں۔ تاہم صراحۃً بندہ عاجز ان کے دلائل کی خامیاں واضح کر دینا چاہتا ہے تا کہ کسی کو شبہ نہ رہے۔

دلیل نمبر ا کا جواب: مضمون نگار نے اپنے اور اپنے سر کردہ حضرات کے دیو بندی ہونے کہ یہ دلیل پیش کی ہے کہ انہوں نے مدرسہ دیو بند میں پڑھا، پڑھایا۔ وہ علماء دیو بند کے شاگرد ہیں اور علماء دیو بند ان کے شاگرد۔ (تحفۂ توحید ص ۳۵، ۴۱)

الجواب: یہ دلیل خام اور نامکمل ہے کہ مدرسہ دیو بند میں پڑھنے پڑھانے اور استاذی شاگردی کے ساتھ ساتھ یہ شرط بھی ہے کہ ایسا شخص ان سب باتوں کے ساتھ پوری زندگی مسلک علماء دیو بند پر قائم رہا ہو اور اسی پر اس کی موت واقع ہوئی ہو اولاً تو مسلک دیو بند سے کسی قسم کا انحراف نہ کیا ہو۔ اگر چہ خدانخواستہ کوئی انحراف کیا ہو تو پھر مسلک دیو بند کی طرف رجوع کر لیا ہو۔ تب وہ شخص مسلکاً دیو بندی کہلوانے کا حق دار ہے۔ جو شخص مسلک دیو بند سے منحرف ہو کر مرا وہ قطعاً دیو بندی نہ ہے اگر چہ دیو بند میں پڑھا ہو اور استادی و شاگردی بھی رکھتا ہو۔

بندہ عاجز کے پاس اس کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ کہ ایک شخص کچھ عرصہ ایک مسلک سے وابستہ رہا ان سے پڑھا، پڑھایا وہاں اس کی استادی شاگردی قائم ہوئی لیکن آخر عمر میں سابقہ مسلک چھوڑ کر دوسرا مسلک اختیار کر لیا لیکن میں اس سب نظائر کو چھوڑ کر صرف آپ کے گھر کی مثال پیش کرتا ہوں اور وہ مثال اشاعت التوحید والسنہ نمبر ۳ کی ہے کہ یہ لوگ اشاعۃ کے علماء سے پڑھے اور پڑھایا وہاں استادیاں شاگردیاں قائم ہوئیں۔ لیکن انہوں نے جب آپ کے مسلک سے انحراف کیا تو آپ نے ان کو اشاعت سے نکال دیا اور انہیں اشاعت التوحید والسنہ سے نہیں مانتے۔ تو ثابت ہوا کہ استقامۃ المسلک شرط ہے۔ منحرفین قطعاً ہم مسلک نہیں رہتے۔ چاہے جتنا زور لگائیں اور قسم اٹھائیں۔ امید ہے آپ کو اپنی دلیل کی خامی سمجھ آ گئی ہو گی۔

دلیل نمبر ۲ کا جواب: مضمون نگار صاحب نے اپنے اور اپنے سر کردہ حضرات کے دیو بندی ہونے کی یہ دلیل پیش کی کہ علماء دیو بند ہمارے سر کردہ حضرات کے جنازوں میں شریک ہوئے پڑھا، پڑھایا۔ (تحفۂ توحید ص ۳۵، ۴۲)

الجواب: یہ دلیل بھی ادھوری اور خام ہے۔ اس میں بھی یہ شرط ہے کہ جس شخص کی نماز جنازہ علماء دیوبند پڑھ یا پڑھا رہے ہیں وہ مسلک دیوبند پر پوری زندگی مستقیم رہا ہو اور اسی مسلک پر اس کی موت واقع ہوئی ہو تب وہ مسلکاً دیوبندی ہے ورنہ نہیں ایک مسلک والے بعض اوقات دوسرے مسلک والوں کی نماز جنازہ میں بھی شریک ہوجایا کرتے ہیں۔ یا مرنے والے کا انحراف معلوم نہیں ہوتا اور اس کے کئی احتمال ہو سکتے ہیں اشاعت التوحید والے ان لوگوں کی نماز جنازہ میں بھی شریک ہوتے ہوں گے۔ جن کو انہوں نے اشاعت التوحید سے نکال دیا ہے۔ لہٰذا صرف نماز جنازہ میں شمولیت کی وجہ سے میت کے ہم مسلک ہونے پر استدلال کرنا ایک خام بات ہے کیونکہ اس کے کئی احتمال اور وجوہات بن سکتے ہیں۔ ہاں اگر مرحوم مسلکاً دیوبندی رہا اور مرتے دم تک رہا تو پھر استدلال صحیح ہے ورنہ باطل۔

دلیل نمبر ۳ کا جواب: مضمون نگار نے اپنے اور اپنے سرکردہ حضرات کے دیوبندی ہونے کی یہ دلیل پیش کی کہ علماء دیوبند نے ان کی تعریفیں کیں۔ انہیں خراج عقیدت پیش کیا۔ ان کے حق میں اچھے اور عمدہ کلمات کہے۔ (نغمہ توحید)

الجواب: اگر علماء دیوبند نے کسی کی تعریف کی ان کو خراج عقیدت پیش کیا یا ان کے حق میں اچھے کلمات کہے ہیں۔ یہ اس کے دیوبندی ہونے کی قطعی اور یقینی دلیل نہیں ہے۔ ہاں! اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ شخص مسلکاً دیوبندی رہا ہو۔ پوری زندگی سرمو انحراف نہ کیا ہو اگر کیا ہو تو پھر علماء دیوبند کے مسلک کی طرف رجوع کرلیا ہو اور اسی مسلک پر اس کی موت واقع ہوئی ہو۔ اس شرط کے بغیر دلیل خام اور ادھوری ہے۔ کیونکہ اس میں کئی احتمال ہیں۔ مثلاً جب اس شخص کی تعریف کی گئی اس وقت وہ دیوبندی تھا لیکن بعد میں وہ منحرف ہوگیا۔ لہٰذا انحراف سے پہلے والی تعریفات منحرف کے حق میں ذرا بھر بھی کارگر نہیں ہیں۔

دیکھئے اشاعت التوحید والسنہ نمبر ۳ کے وجود میں آنے سے پہلے اشاعت التوحید نمبر ۲ کے لوگ مولوی احمد سعید اور مولوی یونس نعمانی وغیرہ کو بڑے القاب دیتے تھے۔ تقریروں اور تحریروں میں ان کی بے حد تعریف کرتے تھے۔ انہیں خراج عقیدت پیش کرتے تھے۔ ان کے حق میں اچھے اچھے کلمات کہا کرتے تھے، حتیٰ کہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب مولوی احمد سعید کو اپنا بیٹا اور مولوی احمد سعید ان کو اپنا باپ کہتا تھا اور یہ حقیقت ہے کہ علماء دیوبند نے اہل اشاعت کے علماء کی تعریف اتنی نہیں کہ جتنی اہل اشاعت نے مولوی احمد سعید کی، کی ہے۔ اب احمد سعید نے اپنے بمع رفقاء کے اشاعت التوحید والسنہ کے مسلک سے انحراف تو کیا اہل اشاعت کی سابقہ تعریفیں اسے مفید ہوں گی؟ کیا ان سابقہ تعریفوں سے وہ اہل اشاعت بن سکتا ہے؟ تو بعینہ علماء دیوبند کی وہ تعریفیں جو انحراف سے پہلے کی ہیں۔ وہ منحرفین کو قطعاً مفید نہیں ہیں اور نہ کوئی ان تعریفات سے منحرفین کو دیوبندی ثابت کرسکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ تعریف کرنے والے کو انحراف کا علم نہ ہو ایک مسلک والا عالم بعض حالات میں دوسرے مسلک والے کی تعریف بھی کردیتا ہے لہٰذا تعریف ہم مسلک ہونے کی یقینی دلیل نہیں ہے۔

اسی طرح علماء دیوبند کے تذکرہ میں کسی کا تذکرہ آجانا بھی اس کے قطعی اور یقینی دیوبندی ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ کسی عام مناسبت سے یا کسی اور وجہ سے بھی ایسا ہوجاتا ہے۔ دیکھئے مولانا ابوالکلام آزاد کا تذکرہ ہمارے علماء دیوبند کے تذکروں میں ملتا ہے۔ حالانکہ حضرت مسلکاً اہل حدیث تھے اسی طرح علماء دیوبند کی کسی تنظیم مثلاً جمعیت علماء اسلام وغیرہ نے اگر کہیں اشاعت التوحید والسنہ کے فرد یا جماعت کے ساتھ مل کر کام کیا ہے تو مل کر کام کرنا بھی ہم مسلک ہونے کی یقینی دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ خاص خاص حالات کے تحت ایک مسلک والے دوسرے مسلک والوں سے مل کر کام کرتے ہیں۔

دیکھئے آج کل مشرف پرویز، اور بش کے خلاف دیوبندی، بریلوی، شیعہ، سنی، جماعت اسلامی اور اہل حدیث متحدہ مجلس عمل کے نام سے مل کر کام کر رہے ہیں لیکن مسلک ہر ایک کا اپنا اپنا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ چیزیں قطعاً ہم مسلک ہونے کا معیار نہیں ہیں جن کو مضمون نگار نے پیش کیا بلکہ انہوں نے مغالطہ آمیزیوں سے کام لیا اور عام قاری کو دھوکہ دینے کی کوشش کی تو ثابت ہوا کہ دیوبندیت کا معیار یہ ہے کہ آدمی مسلک دیوبندی سے پورا پورا اتفاق رکھتا ہو اور کسی قسم کا انحراف نہ رکھتا ہو اگرچہ مذکورہ بالا باتوں میں اس کے اندر کوئی بات بھی پائی جائے۔ اگر کسی شخص میں یہ سب باتیں پائی جائیں لیکن وہ مسلک سے منحرف ہو چکا ہو تو وہ قطعاً دیوبندی کہلوانے کا حق دار نہیں ہے۔

عند اللہ مقبول اور عند الرسول ﷺ محبوب ہونے کی ایک انوکھی دلیل

مضمون نگار صاحب نے روزنامہ اسلام میں شائع شدہ ایک خواب کا ذکر کیا خواب دیکھنے والا شخص بیان کرتا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ پاکستانی علماء آپ ﷺ کی مجلس میں موجود ہیں۔ ان میں سید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی بھی ہیں۔ تو مضمون نگار نے نتیجہ اخذ کیا کہ چونکہ گجراتی صاحب آپ ﷺ کی مجلس میں موجود تھے لہٰذا یہ ان کے عند اللہ مقبول اور عند الرسول ﷺ محبوب ہونے کی دلیل ہے اور جن علماء کے ساتھ بیٹھے تھے ان کے ہم مسلک ہونے کی بھی دلیل ہے۔

گزارش ہے کہ سادہ لوح حضرات تو فاضل مضمون نگار کو داد تحقیق دیں گے اور دلیل پر خوشی کے مارے بغلیں بھی بجائیں گے۔ لیکن افسوس کہ از روئے دیانت یہ نہایت خام دلیل ہے۔ کوئی اہل علم از روئے انصاف فیصلہ فرمائے کہ یہ تو خواب کا واقعہ ہے۔ لیکن جب حضور اکرم ﷺ دنیا میں تشریف فرما ہوئے تھے۔ تو کیا جو بھی آپ ﷺ کی مجلس میں آجاتا تھا یا بیٹھ جاتا تھا وہ عند اللہ مقبول اور عند الرسول محبوب ہو جاتا تھا؟ کیا آپ ﷺ کی مجلس میں بیٹھنے والے سب ہم مسلک ہوا کرتے تھے؟ نہیں نہیں، ہرگز نہیں! آپ ﷺ کی مجلس میں اپنے بھی ہوتے تھے اور کبھی کبھی غیر بھی آجاتے تھے اور اسی طرح دوسرے مذاہب والے بھی کبھی کبھار آجاتے تھے۔ ہاں جس شخص کا عقیدہ عمل صحیح ہے وہ مقبول و محبوب ہے اگرچہ اسے آپ ﷺ کی مجلس نصیب بھی نہ ہوئی ہو جیسے اویس قرنی رحمہ اللہ اور عقیدہ و عمل صحیح نہیں تو آپ کی مجلس میں آ بھی جائے تو کوئی فائدہ ندارد۔ تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل) چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عقیدہ و عمل کے لحاظ سے سب صحیح تھے اور پھر آپ ﷺ کی صحبت نصیب ہوئی تو سونے پر سہاگہ ہو گیا اور یہ سب حضرات ہم مسلک و ہم عقیدہ تھے صحابہ کرام کے علاوہ دوسرے مذاہب والے اور قسم قسم کے عقائد والے بھی آپ ﷺ کی مجلس میں آئے لیکن عقیدہ و عمل کے لحاظ سے غلط تھے تو مجلس میں آجانے سے مقبول نہ ہوئے نہ محبوب بلکہ ویسے مردود رہے۔ جب بیداری کی مجلس میں یہ اصول ہے تو خواب میں بطریق اولی یہ اصول کرم فرما ہوگا۔

کسی شخص کے متعلق فتویٰ حاصل کرنے کا صحیح طریقہ

اگر آپ نے کسی شخص کے متعلق یہ معلوم کرنا ہو کہ وہ صحیح العقیدہ ہے یا فاسد العقیدہ، مفتی صاحبان اور اہل علم حضرات کی طرف رجوع کرتے وقت صرف اس کی شخصیت کو سامنے رکھ کر فتویٰ حاصل نہ کرنا چاہئے۔ مثلاً یہ پوچھا جائے کہ فلاں شخص کیسا ہے؟ کیونکہ بعض اوقات بتانے والے کو اس شخص کے بارے میں پوری پوری معلومات نہیں ہوتیں یا اس کے

انحراف کا اسے پتہ نہیں ہوتا وغیرہ وغیرہ۔ لہٰذا صحیح طریقہ یہ کہ اس کی شخصیت کے ساتھ اس کے عقائد و نظریات بھی بتاتے جائیں تاکہ مفتی صاحب کے سامنے اس شخصیت کے پورے خدوخال آجائیں وہ اس کے نظریات کو سامنے رکھ کر فتویٰ صادر فرمائیں۔ چنانچہ بندہ عاجز نے حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب کے مذکورہ بالا فیصلہ کے متعلق وقت کے علماء کبار و مفتیان عظام سے پوچھا کہ اس فیصلے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا اس فیصلہ کو ماننا ضروری ہے؟ اگر کوئی شخص اس فیصلہ کو نہ مانے تو کیا وہ اہلسنت والجماعت سے خارج ہو جائے گا؟ کیا ایسے شخص کو گمراہ کہنا صحیح ہے؟ ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟

حکیم الاسلام قاری محمد طیب کے فیصلہ کی شرعی حیثیت

چنانچہ جامعہ انوریہ حبیب آباد طاہر والی جامعہ خیر المدارس ملتان، جامعہ قاسم العلوم گلگشت کالونی ملتان، جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی، جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی، جامعہ نصرت العلوم گوجرانوالہ، دار العلوم عیدگاہ کبیر والا، جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا، (لودھراں) مدرسہ احیاء العلوم ظاہر پیر، (ضلع رحیم یار خان) جامعہ قاسم العلوم فقیر والی، تنظیم اہلسنت والجماعت ملتان، مدرسہ حنفیہ تعلیم القرآن مسجد گنبد والی جہلم شہر، جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا، جامعہ اشرفیہ کے مفتیان کرام نے فتویٰ دیا ہے کہ حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کا یہ فیصلہ کتاب وسنت اور اجماع امت کے مطابق ہے اور جو شخص اس فیصلہ کو نہ مانے وہ اہلسنت والجماعت علماء دیوبند کے مسلک سے خارج اور مبتدع ہے۔ اس کی اقتداء میں نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے تمام فتاویٰ کی اصل نقول میرے پاس موجود ہیں بوقت ضرورت دیکھی جاسکتی ہیں۔ اسی طرح بندہ عاجز نے دیوبند سے بھی استفسار کیا ہے۔ کہ جو شخص عذاب قبر کی صحیح صورت حال کا انکار کرتا ہے۔ اس زمین والی قبر کی بجائے وہ روح کے مقام کو قبر کہتا ہے اس مردہ جسم عنصری کی طرف اعادہ روح اور تعلق روح کا انکار کرتا ہے بلکہ روح کے لئے اور جسد تجویز کرتا ہے۔ ایسے شخص کا کیا حکم ہے۔ ایسے کو امام بنانا جائز ہے یا ناجائز؟

عذاب قبر کی صحیح صورت کے منکر کا شرعی حکم

چنانچہ جامعہ انوریہ حبیب آباد طاہر والی، دار العلوم کبیر والا، دار العلوم کراچی، جامعہ قاسم العلوم گلگشت ملتان، مدرسہ فاروقیہ صادق آباد، جامعہ عربیہ احسن العلوم کراچی، جامعہ مخزن العلوم والفیوض عیدگاہ خان پور، جامعہ اشرفیہ لاہور، جامعہ دار العلوم مدنیہ بہاولپور، جامعہ خیر المدارس جامعہ رشیدیہ نزد بجلی گھر ہارون آباد، جامعہ اسلامیہ تنگی چارسدہ، (پشاور) جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا، جامعہ امداد العلوم اسلامیہ پشاور صدر، جامعہ نصرت العلوم گوجرانوالہ، جامعہ اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی کے مفتیان کرام نے جواب دیا کہ عذاب قبر کی صحیح صورت یہی ہے۔ روح کا جسد عنصری کی طرف اعادہ ہوتا ہے۔ قیامت تک روح کا تعلق جسد عنصری سے قائم رہتا ہے جس کی وجہ سے روح اور جسد عنصری دونوں جزا وسزا کو محسوس کرتے ہیں۔ جو شخص اس ارضی قبر کے علاوہ کوئی اور قبر تجویز کرتا ہے وہ گمراہ مبتدع اور اہلسنت والجماعت سے خارج ہے۔ ایسے شخص کی اقتداء میں نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کا عقیدہ اہلسنت والجماعت کے عقیدے کے خلاف ہے۔

یہ تمام فتاویٰ بھی بندہ کے پاس موجود ہیں۔ بوقت ضرورت دیکھے جاسکتے ہیں۔ یہ فتاویٰ اب چھپ کر آچکے ہیں۔

قارئین کرام! بندہ عاجز نے صرف دو عقیدوں کے متعلق استفسار کیا ہے۔ جو علماء دیوبند اور اشاعۃ التوحید

والسنہ کے درمیان مختلف فیہ ہیں۔ آپ نے دیکھ لیا ہمارے علماء دیوبند نے ان دونوں عقیدوں میں اختلاف کرنے والوں کو اہلسنت والجماعت سے خارج کر کے بدعتی اور گمراہ کہا ہے حالانکہ درجنوں مسائل میں اختلاف ہے۔ لہٰذا جو صاحب بھی چاہے ان سب اختلافی مسائل کو لکھ کر استفسار کر سکتا ہے۔ انشاء اللہ اس طریقہ سے اہل اشاعت کی پوزیشن اور حیثیت مکمل کر سامنے آجائے گی۔

خلاصہ یہ ہے کہ اہل اشاعت کی پہچان کے لئے معیار یہی ہے کہ جس اشاعتی نے حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کے فیصلہ کو تسلیم کیا اور تصدیقی دستخط کئے اور کوئی انحراف بھی نہیں کیا وہ مسلکاً دیوبندی ہے اور جس شخص نے اس فیصلہ سے انحراف کیا اور دیگر انحراف بھی کئے وہ مسلک اہلسنت والجماعت علماء دیوبند سے نہیں ہے اور اس معیار کے ذریعے ہر شخصیت کو ناپا اور تولا جا سکتا ہے۔ لہٰذا اب ہر فرد کے متعلق علیحدہ بحث وتحقیق کی چنداں ضرورت نہیں۔ لیکن مضمون نگار صاحب نے چند شخصیات کو اشاعۃ التوحید والسنہ کا سرکردہ قرار دیا ہے اور ان سب کی دیوبندیت پر براز ورصرف کیا ہے۔ لہٰذا ان شخصیات کے متعلق وضاحت مناسب ہے تا کہ بات واضح ہو جائے اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔

رئیس المفسرین امام الموحدین شیخ القرآن حضرت مولانا حسین علی واں بھچراں رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا حسین علی صاحب مسلکاً پکے سچے دیوبندی تھے ان کا شمار اکابر علماء دیوبند میں ہوتا ہے۔ ہمارے اکابر حضرت بہلوی، حضرت درخواستی، حضرت گمانی رحمہ اللہ اور حضرت محمد سرفراز خان صاحب صفدر دامت برکاتہم کے تفسیر میں استاد ہیں۔ لیکن مضمون نگار کا ان کو اشاعت التوحید نامی جماعت کے سرکردہ بزرگوں میں شمار کرنا ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ کیونکہ ابھی اشاعت نامی جماعت معرض وجود میں نہ آئی تھی کہ وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ان کے عقائد ونظریات بھی حیات وسماع میں ان جیسے نہ تھے۔ انہوں نے بے شک پوری زندگی توحید وسنت کی اشاعت کی لیکن مسلک علماء دیوبند سے منحرف نہیں ہوئے جب کہ عصر ہذا کی اشاعت التوحید درجنوں مسائل میں علماء دیوبند سے منحرف ہو چکی ہے۔ لہٰذا ایسے بزرگ کو اشاعت التوحید کا سرکردہ کہنا اور عوام الناس میں تاثر دینا کہ ان کے نظریات اشاعت التوحید نامی جماعت والے ہیں ایک بہت بڑا دھوکہ ہے۔ مغلاطہ اور تلبیس ہے۔ اعاذنا اللہ منہ: حضرت مولانا حسین علی صاحب روح اور جسد عنصری کے قبر میں تعلق کے قائل ہیں۔ (تحریرات حدیث ص ۲۵۷) آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع عند القبر الشریف کے بھی قائل ہیں۔ (تحریرات حدیث ص ۲۵۶)

(۲) شیخ التفسیر حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب۔ (۳) شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب، (۴) شیخ القرآن حضرت مولانا غلام محمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

گزارش ہے کہ یہ بات باحوالہ گزر چکی ہے کہ مذکورہ بالا تینوں حضرات نے قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیصلہ کو تسلیم کیا اور دستخط فرمائے بلکہ صلح پر خوشی منائی، مبارکبادیاں لیں۔ حتیٰ کہ صلح کی تمام تر کارروائی کو ماہنامہ تعلیم القرآن میں شائع فرمایا۔ چونکہ ان حضرات نے انحراف چھوڑ کر اکابر علماء دیوبند کے مسلک کو تسلیم کر لیا بلکہ منحرفین سے اعلان برأت کا عہد کیا اور پوری زندگی اس پر مستقیم رہے اکابر علماء دیوبند کے مسلک سے کوئی انحراف نہیں کیا لہٰذا اشاعت نمبر ۲ اور اشاعت نمبر ۳ کا ان حضرات کو اپنا ہم خیال اور ہم عقیدہ ظاہر کرنا ان حضرات کے ساتھ زیادتی ہے۔ ہاں! اگر کوئی شخص ان حضرات سے انحراف ثابت کرتا ہے تو معیار پہلے گزر چکا ہے۔

(۵) حضرت مولانا محمد طاہر صاحب پنج پیری۔ (۶) حضرت مولانا عبدالغنی صاحب الجاجروی بندہ عاجز کے پاس ان دونوں حضرات کے بارے میں کوئی خاص معلومات نہیں ان حضرات نے حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کے فیصلے کو تسلیم کیا اور کسی دوسرے مسئلہ میں مسلک علماء دیوبند سے انحراف کیا یا نہیں لہٰذا اصولی بات یہی ہے کہ اگر ان دونوں حضرات نے حضرات قاری صاحب کے فیصلہ کو تسلیم کیا اور مرتے دم تک اس پر قائم رہے ہیں اور بھی کوئی انحراف نہیں کیا تو یہ حضرات مسلکا دیوبندی ہوں گے اگر انحراف کیا ہے تو اشاعتی ہیں نہ کہ دیوبندی۔

(۷) خطیب اسلام حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ گجراتی گزشتہ اوراق میں آپ ماہنامہ تعلیم القرآن کے اقتباسات میں یہ پڑھ چکے ہیں کہ شاہ صاحب نے حضرت قاری صاحب کے فیصلہ پر دستخط نہیں کئے تھے البتہ قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب نے عہد کیا تھا کہ ہم ان سے تصدیقی دستخط کرائیں گے ورنہ اس تحریر کی حد تک ان سے برأت کا اعلان کریں گے۔

لیکن بعد کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں حضرات شاہ صاحب سے دستخط لینے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ چنانچہ وہ روز اول سے اس فیصلہ سے منحرف رہے۔ بلکہ نئی پود کو اس فیصلے سے منحرف بنانے میں انکا زبردست ہاتھ ہے۔ اشاعت التوحید والسنہ کے جتنے لوگ بھی اس فیصلہ سے منحرف ہوئے ہیں اور نت نئے مسائل وعقائد ایجاد کئے ہیں ان سب کی سرپرستی اور پشت پناہی حضرت گجراتی صاحب نے کی ہے اور تحریروں اور تقریروں میں ان کی تائید وحمایت کی ہے۔ جس کی زبان سے علماء اولیاء اور انبیاء کرام بھی محفوظ نہیں رہ سکے۔ وہ کون سا عالم ہے۔ خواہ اشاعتی ہو یا غیر اشاعتی جس پر اس نے شرک وکفر کے فتوئی نہ جڑے ہوں اور اس کی پگڑی نہ اچھالی ہو، انہیں گجراتی صاحب کا پروردہ ہے بلکہ اس کی زبان ہے البتہ جب اس پروردہ نے خود گجراتی صاحب کو مشرک کہنا شروع کیا اور ان کی پگڑی اچھالی تو فوراً اسے جماعت سے نکال دیا گیا۔ خس کم جہاں پاک میں یہ سب باتیں آج بھی موجود ہیں۔ بہر حال یہ شاہ صاحب مسلک علماء دیوبندی سے صرف منحرف ہی نہ تھے۔ بلکہ وہ آخری دم تک اپنی اس روش پہ قائم رہے۔ لہٰذا حضرت شاہ صاحب کو مسلکا دیوبندی کہنا مشکل ہے وہ اپنے تفردات کثیرہ کی وجہ سے ایک مستقل مسلک کے بانی ومبانی تھے۔ باقی رہی ہمارے بعض علماء کی تعریفیں اور ان کے نام کو علماء دیوبند کے ناموں میں شامل کرنا وغیرہ ان کو قطعاً مسلکا دیوبندی نہیں بنا سکتیں کیونکہ ایسی چیزیں ہزاروں احتمال رکھتی ہیں لہٰذا صرف ان باتوں سے انکا دیوبندی ہونا قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔

گجراتی صاحب قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کی نظر میں

مضمون نگار نے حضرت قاری محمد طیب رحمہ اللہ کے بیان کا ایک اقتباس خطبات حکیم الاسلام سے نقل کر کے گجراتی صاحب کو قاری صاحب کا منظور نظر ہونا بلکہ دیوبندی ہونا ثابت کیا۔ لہٰذا آپ سب سے پہلے حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کے مضمون کا اقتباس ماہنامہ تعلیم القرآن کے حوالے سے پڑھئے پھر اس میں غور فرمائیں کہ حضرت قاری صاحب شاہ صاحب رحمہ اللہ گجراتی کے متعلق کیا لکھتے ہیں اور مضمون نگار نے کیا سمجھا، چنانچہ قاری صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"لیکن جہاں تک سید ممدوح کے بارے میں میرا علم ہے وہ یہ کہ وفات نبوی کے بعد نفس حیات کے منکر نہیں حتی

کہ جسمانی طور پر ہی حیات کے قائل ہیں تفصیلات میں البتہ انہیں اختلاف ہے حتیٰ کہ قبر مبارک پر صلوۃ وسلام پیش کرنے والوں سے سماع صلوۃ وسلام کے بھی وہ کلیۃ منکر نہیں البتہ دوام کے قائل نہیں ان کا یہ اختلاف ان کی حجت سے ہے۔ (فاضل مضمون نگار نے محبت لکھا) انکار محض سے نہیں اس لئے اس بارہ میں انہیں منکر نہیں کہا جائے گا بلکہ مؤول کہا جائے گا گویہ تاویل احقر اور دستخط کنندہ بزرگوں کے نزدیک قابل تسلیم نہ ہو لیکن اس صورت حال کے ہوتے ہوئے ان پر کسی قسم کی ملامت یا نکیر یا انہیں مطعون کیا جانا کسی طرح قرین انصاف نہیں ہوسکتا جب کہ وہ تمام مسائل میں اہل دیوبند اور اہلسنت والجماعت کی حامی اور خادم ہیں۔ بلکہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ کر سکوت اختیار کیا جانا ہی دونوں جانبوں کے لئے مفید ثابت ہوگا۔ ساتھ ہی مجھے اپنے محترم سید صاحب ممدوح سے بھی توقع رکھنی چاہئے کہ وہ بسلسلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم جمہور اہل سنت والجماعت کے مسلک کے احترام میں اپنے خصوصی مفہوم کی اشاعت کو ضروری نہ سمجھتے ہوئے اس بارہ میں سکوت کا کلام پر ترجیح دیں گے۔" (محمد طیب غفرلہ ۲۶ جون ۱۹۶۲ء ماہنامہ تعلیم القرآن ص ۲۷، اگست ۱۹۶۲ء)

فاضل مضمون نگار نے مذکورہ بالا اقتباس، خطبات حکیم الاسلام سے نقل کیا جب کہ بندہ عاجز نے تعلیم القرآن سے نقل کیا بہر حال یہ مضمون دونوں میں موجود ہے لیکن مضمون نگار نے سمجھا کہ حضرت قاری صاحب نے ان الفاظ میں شاہ صاحب گجراتی کی تائید کی جب کہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت قاری صاحب نے نرمی اور پیار کے لہجے میں حضرت شاہ صاحب کو قصور وار ٹھہرایا ہے۔ کیونکہ قاری صاحب فریقین کے حکم اور ثالث تھے اور ثالث جب دو فریقین کے مابین صلح کراتا تو لازماً اس کو حکمت کی رو سے نرمی اور ایثار سے کام لینا پڑتا ہے ورنہ صلح کی کوشش ناکام ہونے کا خطرہ ہوتا ہے بلکہ فریقین میں سے جو زیادہ قصور وار ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ بہت زیادہ رعایت کی جاتی ہے۔ تاکہ وہ بات کو مان لے اور صلح مکمل ہو جائے چنانچہ حضرت قاری صاحب نے نہایت رعایت و مروت بھرے الفاظ میں شاہ صاحب کو قصور وار اور اہلسنت والجماعت کے راستہ سے منحرف ہی قرار دیا ہے۔ چنانچہ آپ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں غور کریں۔ حقیقت کھل کر آپ کے سامنے آجائے گی۔

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جس مضمون کا اقتباس یہاں آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا اس مضمون کے شروع میں حضرت قاری صاحب جمہور اہلسنت والجماعت کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ برزخ میں انبیاء علیہم السلام کی حیات کا مسئلہ مشہور معروف اور جمہور علماء کا اجتماعی مسئلہ ہے۔ علماء دیوبند حسب عقیدہ اہل سنت والجماعت برزخ میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی اپنی پاک قبروں میں حیات جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں اور ان کے اجسام کے ساتھ ارواح مبارکہ کا ویسا ہی تعلق قائم ہے۔ جیسا کہ دنیوی زندگی میں قائم تھا۔ وہ عبادات میں مشغول ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں۔ انہیں رزق دیا جاتا ہے اور وہ قبور مبارکہ پر حاضر ہونے والوں کا صلوۃ وسلام بھی سنتے ہیں وغیرہ علماء دیوبند نے یہ عقیدہ کتاب وسنت سے وراثتاً پایا ہے اور اس بارے میں ان کو سوچنے کا طرز بھی متوارث ہی رہا ہے۔

(ماہنامہ تعلیم القرآن ص ۲۲، اگست ۱۹۶۲ء مضمون حضرت قاری صاحب خطبات حکیم الاسلام ج ۸ ص ۴۳۷)

یہ ہے قاری صاحب کے مضمون کا ابتدائی حصہ جس میں انہوں نے جمہور علماء دیوبند اہلسنت والجماعت کا عقیدہ حیات الانبیاء کو واضح لفظوں میں بیان کیا اس کے بعد مضمون کے آخر میں حضرت قاری صاحب نے شاہ صاحب

کے عقیدہ کو ایک انفرادی رائے قرار دیتے ہوئے پیارے انداز میں تحریر فرماتے ہیں کہ لیکن جہاں تک سید ممدوح کے بارہ میں میرا علم ہے۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت قاری صاحب اپنی معلومات کے مطابق شاہ صاحب کے متعلق اپنی رائے قائم فرما رہے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں۔ ''وہ (گجراتی صاحب) وفات نبوی کے بعد نفس حیات کے منکر نہیں حتیٰ کہ جسمانی طور پر ہی حیات کے قائل ہیں۔ تفصیلات میں البتہ ان کو اختلاف ہے حتیٰ کہ قبر مبارک پر صلوۃ وسلام پیش کرنے والوں کے سماع صلوۃ وسلام کے بھی وہ کلیۃ منکر نہیں ہیں البتہ دوام کے وہ قائل نہیں ان کا یہ اختلاف حجت سے ہے۔''

بندہ عاجز عرض گزار کہ شاہ صاحب کا اختلاف اس وقت اتنا ہوگا جتنا حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔ لیکن بعد کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ گجراتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات جسمانی کے قطعاً قائل نہیں تھے بلکہ جسد عنصری سے روح کے تعلق کی وہ یکسر نفی کرتے تھے اسی طرح زائرین کے صلوۃ وسلام کے سماع کے بالکل منکر تھے۔ تو ثابت ہوا کہ شاہ صاحب نے متفقہ فیصلہ کے خلاف اپنی مہم جاری رکھی لہٰذا اس وقت تعریفیں شاہ صاحب کے حق میں بالکل مفید نہیں ہیں۔ کیونکہ معاملہ دور نکل گیا ہے۔ اگر شاہ صاحب اکابر کے مشورہ کو قبول فرما کر کم از کم اسی پر خاموش ہوجاتے تب یہ تعریفیں ضرور مفید ثابت ہوتیں لیکن اب ان تعریفات سے کوئی فائدہ نہیں۔ باقی حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ فرمایا ہے کہ شاہ صاحب کا اختلاف حجت سے ہے۔ تو حجت سے مراد تاویل ہے کیونکہ خود قاری صاحب نے متصل بعد لکھا ہے کہ وہ مؤول ہیں۔ یعنی ان کے پاس کتاب وسنت کے کوئی دلائل نہیں ہیں۔ بلکہ وہ تاویلوں سے کام چلاتے ہیں۔ کیونکہ کتاب وسنت کے دلائل تو علماء اہلسنت والجماعت کے پاس ہیں۔ شاہ جی تو مؤول ہیں۔

۲۔ حضرت قاری صاحب اپنے مضمون میں لکھتے ہیں۔ گو یہ تاویل احقر اور دستخط کنندہ بزرگوں کے نزدیک قابل تسلیم نہ ہو۔ دیکھئے حضرت قاری صاحب کتنے پیارے انداز میں فرما رہے ہیں کہ شاہ صاحب کی تاویل جس پر ان کے عقیدہ کی بنیاد ہے۔ میرے نزدیک اور میرے فیصلہ پر دستخط کرنے والے بزرگ (مولانا قاضی نور محمد صاحب، غلام اللہ خان صاحب) کے نزدیک قابل تسلیم نہیں یعنی مردود ہے۔

۳۔ حضرت قاری صاحب لکھتے ہیں ''لیکن اس صورت حال کے ہوتے ہوئے ان پر کسی قسم کی ملامت یا نکیر یا انہیں مطعون کیا جانا کس طرح قرین انصاف ہوسکتا جب کہ وہ بقیہ تمام مسائل میں اہل دیوبند اور اہل سنت والجماعت کے حامی اور خادم ہیں۔'' بندہ عاجز عرض کرتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب اس صورت حال پر قائم نہیں رہے جس پر جب کو ان کی حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا تھا۔ بلکہ اس صورت حال سے ترقی کی اور آخر دم تک ترقی کرتے رہے۔ مسلک اہلسنت والجماعت علماء دیوبند سے درجنوں اختلاف کئے۔ احمد سعید اور یونس نعمانی جیسے افراد تیار کئے جنہوں نے مسئلہ حیات وسماع کے قائلین پر شرک وکفر کے فتوے لگائے پوری جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کو حضرت قاری صاحب کے متفقہ فیصلہ سے منحرف بنایا لہٰذا اب وہ اہل دیوبند اور اہل سنت والجماعت کے حامی اور خادم نہ رہے۔ بلکہ باغی اور منحرف بن کر ہزاروں کو اپنے جیسا بنا چکے ہیں۔ ہاں! حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب ان کو اہل دیوبند کا حامی اور خادم کہا تھا بے شک اس وقت ہوں گے۔ لیکن آج وہ صورت حال نہیں ہے۔ بلکہ صورت حال دگرگوں ہے۔ یہی تم تو کہتے تھے مولوی احمد سعید چتروڑ گڑھی کو شیخ القرآن علامہ زمان ہے اور نا معلوم کیا کیا۔ تہ تے

لیکن اب وہ صورت حال قائم نہیں ہے۔ اسی طرح جب حضرت قاری صاحب نے شاہ صاحب شاہ صاحب کو اہل دیو بند کا خادم اور حامی کہا تھا تو اس وقت ایسے تھے لیکن انحراف و بغاوت کے بعد اب وہ نہیں رہے۔

۴۔ حضرت قاری صاحب لکھتے ہیں ''انہیں (گجراتی صاحب کو) ان کے حال پر چھوڑ کر سکوت اختیار کیا جانا ہی دونوں جانبوں کے لئے مفید ثابت ہوگا۔'' بندہ عاجز عرض کرتا ہے کہ حضرت قاری صاحب کا یہ جملہ کہ ان کو ان کے حال پر چھوڑ کر سکوت اختیار کرنا۔ صاف بتایا جارہا ہے۔ کہ شاہ صاحب اپنی رائے میں منفرد ہیں سب سے الگ ہیں اور یہ جملہ اس موقع پر استعمال ہوتا ہے کہ ایک شخص غلط رائے پر قائم ہے اور کسی کی نہیں مانتا۔ تو کہا جاتا ہے کہ اسے اپنے حال پر چھوڑ دو۔

۵۔ ''مجھے اپنے محترم سید صاحب سے بھی یہ توقع رکھنی چاہئے کہ وہ بسلسلہ حیات النبی ﷺ جمہور اہلسنت والجماعت کے مسلک کا احترام میں اپنے خصوصی مفہوم کی اشاعت کو ضروری نہ سمجھتے ہوئے اس بارہ میں سکوت کو کلام پر ترجیح دیں گے۔''

بندہ عاجز عرض کرتا ہے کہ حضرت قاری صاحب نے اپنے مذکورہ بالا بیان میں واضح کر دیا کہ عقیدہ حیات النبی ﷺ میں جمہور اہلسنت والجماعت کی رائے اور ہے اور شاہ صاحب کی رائے جمہور سے مختلف ہے۔ حضرت شاہ صاحب کا عقیدہ ان کا اپنا خصوصی مفہوم ہے۔ یعنی ان سے پہلے ایسا کسی نے نہیں سمجھا جیسا شاہ صاحب نے سمجھا ہے۔

قارئین کرام: یہ ہے حضرت قاری صاحب کی رائے گرامی جو انہوں نے سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے متعلق آج سے تقریباً اکتالیس سال پہلے لکھی تھی۔ جب کہ شاہ صاحب کو علماء دیو بند سے صرف دو مسئلوں میں اختلاف تھا ایک یہ کہ آپ ﷺ کی حیات قبر کو حیات دنیوی نہیں کہنا چاہئے۔ دوسرا حضور ﷺ کا سماع صلوٰۃ وسلام، عند القبر الشریف دائمی نہیں بلکہ جز وقتی ہے مسلک علماء دیو بند سے اس کے علاوہ اور کوئی اختلاف نہ تھا۔

تو حضرت قاری صاحب کے بیان کا ایک ایک جملہ بتا رہا ہے کہ شاہ صاحب کی رائے جمہور اہلسنت والجماعت سے مختلف ہے وہ اپنا عقیدہ حیات الانبیاء میں منفرد رائے کے مالک ہیں ان کے پاس کتاب وسنت کے دلائل نہیں ہیں۔ بلکہ وہ مؤل ہیں تاویل ان کی حجت ہے۔ ان کو ان کے حال پر چھوڑا جائے۔ حضرت شاہ صاحب کو چاہئے کہ جمہور علماء اہلسنت والجماعت کے مسلک کا احترام کریں۔ اپنا خصوصی مؤقف کو دوسروں تک پہنچانے کی بجائے خاموشی اور سکوت اختیار کریں۔ یہی مفید ہے۔

حضرت قاری صاحب، پیر بخاری صاحب کو ہدایت فرما رہے ہیں۔ کہ اپنی انفرادی رائے پر کم از کم سکوت فرما کر جمہور اہلسنت والجماعت کے مسلک کا احترام کریں اور مضمون نگار سمجھتا ہے کہ قاری صاحب کی طرف سے بخاری صاحب کو دیو بندیت کی سند مل رہی ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا جادو وہ ہے جو سر چڑھ کر بولے۔

یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب اختلاف ایک آدھا مسئلہ میں تھا اور اب درجنوں مسائل میں اختلاف ہو چکا ہے اور ہوتا جارہا ہے۔ انحراف جاری وساری ہے۔ تو اب کہاں رہی مسلک اہلسنت والجماعت اور اہل دیو بند کی حمایت اور خدمت وہ تھی جب تھی۔ اب مخالفت ہی مخالفت ہے نہ جماعت ہے نہ خدمت باقی رہی۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں علماء کی تعریف وتحسین تو وہ اکثر و بیشتر اختلاف سے پہلے کی ہیں۔ یا پھر اس دور کی ہیں جب صلح کی خبریں عام ہوئیں اور یہ

بھی ممکن ہے کہ تعریف کرنے والوں تک ان کے اختلاف کی خبر نہ پہنچی ہو اگرچہ اختلاف رونما بھی ہو چکا ہو یا ان حضرات تک صحیح صورت حال نہ پہنچی، ہو یا ان حضرات کی اس اختلاف کی طرف توجہ مبذول نہ ہوئی ادھر شاہ صاحب نے مخصوص انداز میں اپنے تفردات کو پھیلایا۔ خود ظاہر ہونے کی بجائے آدمی تیار کئے تو بہر حال صرف علماء کی تعریف وتحسین سے شاہ صاحب کو دیوبندیت کی سند نہیں ملے گی جب تک ان کے عقائد ونظریات علمائے دیوبند والے نہ ہوں اور یہ چیز ناپید ہے۔

مضمون نگار کی دیانت وامانت

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہمارے علماء جب کبھی حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی کا تذکرہ کرتے ہیں تو ان کی انحراف سے پہلے والی زندگی کو مدنظر رکھ کر ان کی تعریف اور تحسین کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ان کے تفردات پر بھی ضرور تبصرہ فرماتے ہیں لیکن مضمون نگار نے محض دھوکہ دینے کی غرض سے شاہ صاحب کے حق میں تعریفی کلمات تو نقل کر دیئے ہیں لیکن ان کے تفردات پر جو تبصرہ تھا اسے چھوڑ دیا۔ حالانکہ یہ طریقہ بالکل غلط ہے اور دیانت اور امانت کے خلاف ہے مثلاً مضمون نگار صاحب نے فیوضات حسینی کے مقدمہ میں سے ایک عبارت نقل کی ہے جس میں حضرت مولانا عبدالحمید صاحب سواتی صاحب رحمہ اللہ نے ان کی ذہانت کی تعریف کی ہے اور اس تعریف کے ساتھ حضرت سواتی صاحب نے گجراتی صاحب کی تفردات پر اپنی دوسری کتاب میں تبصرہ بھی فرمایا ہے۔ جس کو مضمون نگار صاحب نے چھپا دیا اور وہ تبصرہ یہ ہے حضرت مولانا عبدالحمید صاحب سواتی فرماتے ہیں۔

''شاہ صاحب (گجراتی) قائلین سماع کو ابو جہل کی بڑ تک کہنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ ایک زمانہ تک قرآن مجید کی وہ آیات جن کو شاہ صاحب اہل بدعت اور مشرکین دور حاضرہ کے خلاف پیش کرتے تھے اب وہ آیات عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے والوں اور سماع موتی کے قائلین کے خلاف چسپاں کرتے ہیں یہ انتہا پسندی نہیں؟ سماع موتی کے قائل تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ بھی ہیں اور امت کے بہت سے جلیل القدر آئمہ دین بھی ہیں کیا یہ سب ابو جہل کی بڑ ہیں۔'' (تحفہ ابراہیمیہ ص ۴۴)

اس طرز بیان سے مضمون نگار کی دیانت وامانت بالکل ہو جاتی ہے اور اگر ایسے دھوکہ بازوں کو مولانا اوکاڑوی رحمہ اللہ نے اشاعت التلبیس والفتنہ کہہ دیا تو کون سا جرم کیا؟

قارئین کرام: یہی حال امام الاولیاء شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ اور دیگر اکابر علماء کا ہے یہ حضرات اگر انحراف سے پہلے والی زندگی کو مدنظر رکھ کر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے حق میں تعریفی کلمات بیان فرماتے ہیں۔ تو انحراف کے بعد والے حالات پر تبصرہ کرتے ہیں۔ لیکن تبسم صاحب تعریف نقل کرتے ہیں۔ انحراف پر تبصرہ گم کر دیتے ہیں۔ تاکہ ڈھول کا پول نہ کھل جائے اور دنیا مان جائے کہ پیر بخاری وہ شخصیت ہیں جس کی تمام علماء دیوبند تعریف ہی کرتے نظر آتے ہیں۔ اسی طرح بقول مضمون نگار شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر نے شاہ صاحب کے متعلق راہ سنت ص ۸ طبع ہفتم ۱۹۶۸ء میں لکھا ہے۔ ''شیخ التفسیر حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب۔'' بجا ہے ۱۹۶۲ء میں مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قاری صاحب نے صلح کر دی تھی تو اس دور میں مولانا محمد سرفراز خان صاحب نے شاہ صاحب کو شیخ التفسیر کا لقب دیا تھا لیکن جب ان کا انحراف کھل کر سامنے آتا تو اپنی کتاب سے یہ لقب حذف کر دیا۔ دیکھئے اب راہ سنت کے صفحہ ۸ پر شاہ صاحب کا نام بھی نہیں ہے۔

حافظ محمد اکبر شاہ صاحب اور ان کی کتاب اکابر علماء دیوبند

فاضل مضمون نگار صاحب کی تحقیقی مضمون کا دارومدار اس کتاب پر ہے جب کہ بندہ عاجز اس کتاب کا اور اس کے مؤلف کا نام اس مضمون میں دیکھا قبل ازیں بندہ ان سے متعارف نہیں تھا۔ اگر کتاب سامنے ہوتی تو دیکھ کر کسی نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کی جاتی۔ لیکن میرے پاس کتاب بھی نہیں ہے۔ لہٰذا چند اصولی باتیں ذکر کی جاتی ہیں۔

اولاً: ممکن ہے کہ کتاب اس دور میں لکھی گئی ہو جب کہ اس مسئلہ میں نزاع واختلاف نہ تھا یا پھر مصالحت کے دور میں لکھی گئی ہو۔

ثانیاً: ممکن ہے کہ مؤلف کتاب کو سید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی کے انحراف کا علم نہ ہو۔ اگرچہ اختلاف رونما ہو چکا ہو۔

ثالثاً: چونکہ عقیدہ حیات النبی ﷺ سے انحراف سے پہلے مسلکاً دیوبندی تھے۔ ان کا علماء دیوبند سے کوئی اختلاف نہ تھا تو ماکان کے اعتبار سے ان کو علماء دیوبند کے تذکرہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ اگرچہ بعد میں انحراف کی وجہ سے وہ دیوبندی ہی نہیں رہے جیسے کہ بعض دوسرے حضرات نے بھی ان کو علماء دیوبند میں۔ ماکان کے اعتبار سے ذکر کیا ہے۔

رابعاً: شاید مؤلف کتاب نے اگرچہ عقیدہ حیات النبی ﷺ سے متفقین ومنحرفین دونوں کو یکجا ذکر کر دیا ہو مگر منحرفین کے انحراف کا ذکر بھی کر دیا ہو۔ اگر ایسا کیا ہے تو پھر بات واضح ہے۔ اگرچہ یہ لوگ زمانہ دراز تک مسلکاً دیوبندی رہے ہیں۔ لیکن اب اس مسلک سے منحرف ہیں۔

<u>آخری بات</u>: اگر مذکورہ بالا احتمالات میں سے کوئی بھی احتمال نہیں ہے۔ تو پھر مؤل کتاب کے بارے میں معلومات کرنا ضروری ہے۔ کہ یہ خود مسلکاً کون ہے؟ ہمارے اکابر کے ہاں رہ کر اپنی تمام تر ہمدردیاں منحرفین کے ساتھ رکھنے والا تو نہیں۔ ایسے لوگوں کی پہچان کے لئے بندہ عاجز نے ایک مضمون تحریر کیا تھا جو کہ ماہنامہ الخیر میں ''کچھ پہچان پیدا کر'' کے عنوان سے اور بینات میں ''اسلاف بیزاری'' کے نام سے شائع ہوا تھا۔ اس کا مطالعہ پہچان کے لئے از حد ضروری ہے۔ اگر یہ حقیقت ہے تو شاید یہ کتاب لکھی بھی اسی غرض کے لئے گئی تا کہ آئندہ نسلوں کو یہ باور کرایا جائے کی عقیدہ حیات النبی ﷺ کے متفقین اور منحرفین ایک شئی ہیں۔ ان میں کوئی فرق نہیں ہے اور عقیدہ حیات النبی ﷺ کوئی ایسا اہم عقیدہ نہیں ہے۔ کہ اس کے انکار آدمی علماء دیوبند کے مسلک سے خارج ہو جائے۔ چنانچہ مضمون نگار نے کتاب کو بطور ہتھیار استعمال کیا ہے۔ (نوٹ: بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت مولانا فیاض خان صاحب سواتی نے حافظ محمد اکبر شاہ صاحب کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے اپنی غلطی تسلیم کر لی)

ہم مسلک ہونے کا معیار عقیدہ ہے

پاک وہند کے جمہور علماء دیوبند جب فتویٰ دے چکے ہیں۔ کہ حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ بالا فیصلہ اتنا اہم ہے اس سے منحرف ہونے والا شخص اہلسنت والجماعت علماء دیوبند سے خارج ہے اس کا علماء دیوبند سے کوئی تعلق نہیں ہے تو عقیدہ کی اس خرابی کی وجہ سے آدمی قطعاً علماء دیوبند کے مسلک میں نہیں آسکتا اگر اس کا تذکرہ علماء دیوبند کے تذکروں میں بھی آجائے۔ مسلک کی بنیاد عقیدہ پر ہے نہ کہ تذکرہ پر۔

متفرقات: اس عنوان سے چند متفرق باتوں کا جواب آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ تاکہ کوئی بات تشنہ جواب نہ رہے۔

حقیقت کیا ہے؟: مضمون نگار صاحب لکھتے ہیں ''خود قاری صاحب پوچھ لیتے ہیں کہ حضرت آپ خود فرمائیں کہ اگر شاہ صاحب نے آپکا فیصلہ نہیں مانا (قطع نظر اس کے کہ حقیقت کیا ہے۔ تبسم) تو سنی اور دیو بندی رہے یا نہیں؟'' (نغمہ توحید ص ۴۴)

خیر یہ بات تو حضرت قاری صاحب نے بتادی کہ شاہ صاحب کا مسلک جمہور اہلسنت والجماعت دیو بند سے جدا ہے اور وہ اپنے اس خصوصی عقیدہ میں مؤل ہیں۔ انہیں اپنے عقیدہ میں کلام کرنے کی بجائے خاموش رہنا چاہئے۔ بہر حال پوری بحث پہلے گزر چکی ہے کہ قاری صاحب بخاری صاحب کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ لیکن بندہ عاجز اس وقت تبسم صاحب کی بریکٹ میں دی ہوئی عبارت (قطع نظر اس کے کہ حقیقت کیا ہے) کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہے کہ کیونکہ مضمون نگار اس عبارت سے تاثر دینا چاہتے ہیں۔ کہ گجراتی صاحب نے قاری صاحب کے فیصلے سے انحراف وانکار نہیں کیا بلکہ حقیقت کچھ اور ہے۔ حالانکہ حقیقت یہی ہے۔ کہ گجراتی صاحب نے انحراف کیا اور پوری زندگی اس فیصلہ سے منحرف رہے۔ اگر مضمون نگار صاحب اپنے اس دعوئی میں سچے ہیں۔ کہ حقیقت کچھ اور ہے تو بندہ عاجز چیلنج کرتا ہے کہ آپ اس حقیقت کو ظاہر کریں چھپا کیوں رکھا ہے۔ حق تو یہ تھا کہ اسی مضمون میں اس حقیقت کو ظاہر کرتے۔ اگر وہاں ظاہر نہیں کی تو اب ظاہر کردو لیکن تمہاری جرات نہیں کہ اسے ظاہر کرو۔ ساری حقیقت تو ماہنامہ تعلیم القرآن اگست ۱۹۶۲ء میں کھلی ہوئی ہے اگر آپ کے نزدیک شیخ القرآن صاحب رحمہ اللہ نے حقیقت بیان نہیں کی، تو اب تم بیان کردو وہ حقیقت کیا؟

درحقیقت مشکل کشا صرف اللہ ہے: کہتے ہیں کہ ایک دفعہ گجرات میں غیر مقلدین نے شاہ صاحب رحمہ اللہ کو تنگ کیا جیسے کہ ان کی عادت ہے۔ چنانچہ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ان کی سرکوبی کے لئے مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صاحب اوکاڑوی کو بلایا چنانچہ مناظرہ ہوا اور احناف کو فتح ہوئی غیر مقلدین کو حسب سابق منہ کی کھانی پڑھی چونکہ شاہ صاحب کو جب مشکل پڑی تو حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کو بلایا حالانکہ خود مناظرہ کر سکتے تھے۔ لیکن ان کو بلایا اور عام حالات میں خصوصا مسئلہ حیات وسماع میں ان کو ماسٹر امین کہتے تھے۔ تو خطبات صفدر کے مؤلف نے ایک عنوان قائم کیا شاہ صاحب کا ''مشکل کشا ماسٹر امین'' تو اس عنوان پر ناراض ہو کر مضمون نگار نے بڑا زور لگایا کہ ماسٹر مشکل کشا نہیں تھا۔ مشکل کشا تو ہم تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ کے بندے نے ضد میں آکر کیسی بات کہہ دی۔ کیا یہی اشاعت توحید ہے؟ خطبات کے مؤلف نے نامعلوم کس معنی میں مشکل کشا ماسٹر کہا ہے۔ لیکن جو لوگ توحید کی اشاعت کے مدعی ہیں ان کو قطعا زیب نہیں دیتا کہ وہ خود کو مشکل کشا بناتے پھریں۔ لیکن اللہ برا کرے ضد کا۔ کہتے ہیں کہ ایمان سے بھی پیاری ہوتی ہے۔ اکابر علماء دیو بند کثر اللہ سوادھم کی تعلیم یہ ہے۔ کہ درحقیقت مشکل کشا ایک اللہ ہے۔

کرامت پر قیاس: اللہ تعالیٰ نے شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کو بطور کرامت کے یہ چیز عطا فرمائی تھی وہ حلال حرام میں پہچان کر لیتے تھے۔ تو مضمون نگار نے اس کرامت پر قیاس آرائی شروع کردی کہ ان کو پھر

فلاں فلاں شخص کے بارہ میں پتہ کیوں نہ چلا کہ وہ ایسا ویسا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ اصولی طور پر یہ بات مسلمہ ہے۔ معجزات اور کرامات پر قیاس کرنا خود غلط ہے۔ یہ کام تو بریلویوں کا ہے۔ ہمارے اکابر کے نزدیک انبیاء واولیاء عالم الغیب نہیں ہوتے۔ ہاں معجزۃً وکرامۃً اللہ تعالیٰ ان کو بعض غیوب پر مطلع فرماتے ہیں۔ لہٰذا مضمون نگار کا قیاس صحیح نہیں ہے۔ ہاں ممکن ہے کہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے بطور کرامت کے منحرف کے بارے میں بھی بتادیا ہو۔

خواہ مخواہ بونے کیوں بنتے ہو: مضمون نگار نے قائلین حیات الانبیاء علماء دیو بند کو بونے۔ کم ظرف اور شرذمہ قلیلہ کہا ہے اور پھر صفحات کے صفحات سیاہ کر کے پورا زور لگایا ہے۔ کہ ہم دیو بندی ہیں اللہ کے بندے جن کو بونے کم ظرف اور شرذمہ قلیلہ کہتے ہیں۔ پھر ان صفوں میں گھسنے کی کوشش کیوں کرتے ہو خواہ مخواہ کیوں بونے بنتے ہو بہتر یہ ہے کہ خود بخود ان سے الگ ہو جاؤ طرفین کی اسی میں خیر ہے۔

تمہیں دیو بندی کہلوانے کی کیا ضرورت ہے: علماء دیو بند کے مسلک کے کئی تنظیمیں ہیں۔ جو کہ اپنے محاذ پر دین کی خدمت میں مصروف ہیں، مثلاً جمعیت علماء اسلام، تنظیم اہلسنت والجماعت، تحفظ ختم نبوت، مجلس علماء اسلام، جمعیت طلبہ اسلام، سپاہ صحابہ، تبلیغی جماعت، احرار اسلام، وفاق المدارس العربیہ، وغیرہ لیکن ان میں سے کوئی ایسی تنظیم نہیں جو کہے کہ ہم دیو بندی ہیں۔ یا ہمیں دیو بندی کہو صرف جمعیت اشاعت التوحید ایک ایسی تنظیم ہے۔ جو کئی سالوں سے شور مچا رہی ہے کہ ہم دیو بندی ہیں، ہمیں دیو بندی کہو، ہمیں مسلک دیو بند سے نہ نکالو ہمیں معتزلی بدعتی اور گمراہ نہ کہو ہم اہلسنت والجماعت ہیں۔ ہمیں اس سے خارج نہ کرو وغیرہ وغیرہ۔ آخر کیا وجہ ہے؟ معلوم ہوتا ہے دال میں کالا کالا ہے۔

بندہ عاجز کے چند سوال

(۱) تم لوگ بڑا زور لگاتے ہو کہ ہم حضور اکرم ﷺ کی حیات برزخی کے قائل ہیں۔ سوال یہ ہے کہ حیات برزخی سے تمہاری کیا مراد ہے؟ یعنی حیات برزخی صرف آپ ﷺ کی روح اقدس کو حاصل ہے۔ یا روح اقدس کا کسی جسد کے ساتھ تعلق ہے تو وہ دنیا والا جسد عنصری ہے یا کوئی اور جسد ہے۔ اگر کوئی اور جسد ہے تو بتائیں کہ اس کا جسد کا خمیر کہاں سے ہے۔ کوئی دلیل قرآن وحدیث صحیح سے پیش کریں۔ اپنا عقیدہ کھول کر بیان کریں۔

(۲) تم لوگ یہ بھی شور مچاتے ہو کہ ہم حضور اکرم ﷺ کو جنت میں مانتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ تم لوگ حضور اکرم ﷺ کے دنیا والے جسد اطہر کو جنت کے اندر سمجھتے ہو یا جنت سے باہر؟

(۳) حضور اکرم ﷺ کا دنیا والا جسد عنصری فائز الحیات یا حیات سے محروم ہے۔

(۴) حضور اکرم ﷺ کا جسد عنصری جنت کی نعمتوں رزق وغیرہ سے محظوظ ہے یا محروم؟

(۵) تم لوگ حضور اکرم ﷺ کے روح اقدس کا دنیا والے جسد اطہر سے کسی قسم کا تعلق مانتے ہو یا بالکل ہر قسم کے تعلق کا انکار کرتے ہو؟

(۶) حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کے فیصلہ کی تمہارے نزدیک کیا حیثیت ہے؟ یہ فیصلہ قرآن وسنت کے مطابق ہے یا مخالف؟

(۷) اگر یہ فیصلہ غلط ہے تو جنہوں نے فیصلہ کیا۔ اس پر دستخط کئے اور اس فیصلہ کی تصدیق وتوثیق کی ان کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟

(۸) اگر یہ فیصلہ اصول شریعت کے لحاظ سے صحیح ہے۔ تو جو اس سے منحرف ہیں۔ ان کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے۔

(۹) جس شخص کو اس فیصلے سے رفض کی بو آتی ہے۔ اس کے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے۔

(۱۰) جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ عام موتی عند القبر سلام سنتے ہیں اور اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔

(۱۱) آپ کے نزدیک عذاب قبر کی صحیح صورت کیا ہے۔ قبر کی جزاو سزا میں جسد عنصری شامل ہوتا ہے یا نہیں؟

(۱۲) آپ جسد عنصری کے مدفن کو قبر کہتے ہیں یا روح کے مقام کو؟

(۱۳) ایک آیت یا ایک صحیح حدیث ایسی ہے جس میں لفظ قبر بولا گیا ہو اور مراد روح کا مقام ہو؟

(۱۴) حضور اکرم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے سفر کرنا کیسا ہے؟

(۱۵) آپ ﷺ کی قبر مبارک کے پاس استشفاع جائز ہے یا نہ؟

(۱۶) حج پر جانے والے صاحبان کو یہ کہنا کہ روضہ اطہر پر میرا سلام عرض کرنا۔ صحیح یا نہ؟

(۱۷) توسل بالانبیاء والصالحین آپ کے نزدیک جائز ہے یا نہ؟

(۱۸) حضور اکرم ﷺ کا جسد عنصری بعد الوفات وصف نبوت سے موصوف ہے یا نہ؟

(۱۹) بروز قیامت حشر اجساد کس طرح ہوگا؟ اس دن جسد عنصری اٹھایا جائے گا یا مثالی؟

(۲۰) آپ کے نزدیک مرنے کے بعد ہر مرنے والے کی روح کو جسد مثالی مہیا کر دیا جاتا ہے۔ کہیں قرآن میں اس مثالی جسد کا ثبوت ہے؟

(۲۱) وہ مثالی جسد کیسا ہوتا ہے؟ جسد عنصری کی ہم شکل ہوتا ہے یا کسی اور شکل میں ہوتا ہے مثلاً پرند وغیرہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی ارواح کو جو مثالی جسد ملتا ہے وہ بھی پرندہ وغیرہ کی شکل میں ہوتا ہے یا بصورت انسان ہوتا ہے؟

(۲۲) موت کے بعد روح مثالی جسد میں داخل ہو کر نئی حیات پائے پھر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مثالی جسد کو موت دے کر جسد عنصری میں لائے تو کیا تین حیاتیں اور تین موتیں نہ بن جائیں گی؟

(۲۳) برزخ میں جسد اور، قیامت میں اور، جسد میں روح لوٹانے کا کوئی فائدہ یا حکمت ہے۔ اگر دونوں عالموں میں ایک جسد ہو تو کون سی خرابی لازم آتی ہے؟

(۲۴) برزخ جو وقت کا نام ہے یا کسی مخصوص جگہ کا؟

(۲۵) قبریں اوپر ہیں یا نیچے؟ یا زمین میں؟

(۲۶) مردے کا مدفن (قبر) برزخ کے مفہوم میں داخل ہے یا خارج برزخ و قبر میں تضاد ہے یا نہ؟

نوٹ: اگر آپ میرے سوالوں کا جواب دیں گے تو آپ کی دیوبندیت کا بھانڈہ پھوٹے گا اور اگر نہ دیں گے تب بھی بھانڈا ٹوٹے گا۔ امید ہے کہ ترتیب وار واضح لفظوں میں جواب دیں گے۔

(صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و الہٖ و اصحابہ اجمعین، آمین)

ابواحمد نور محمد تونسوی خادم جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ، ۱۷ شعبان ۱۴۲۴ھ بروز منگل

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

اَلْمُسَمّٰى بِهٖ

ھُوَ الکَذّاب

اس رسالہ میں کیپٹن مسعود کے چیلے الکذاب کے ۳۵ جھوٹ
طشت ازبام کئے گئے ہیں اور اس سے ۱۶۸ سوالات کئے گئے ہیں

افادات:
حضرت علامہ مولانا ابو احمد نور محمد تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب:
صاحبزادہ قاری محمد احمد اللہ تونسوی قادری